(صرف احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لیے)

ماہنامہ

انصاراللہ

نیا سال مبارک ہو

جنوری 2013ء صلح 1392ہش

ایڈیٹر: احمد طاہر مرزا

اب دیکھتے ہو کیسا رجوع جہاں ہوا

اس شمارے میں

- اِقامت صلوٰۃ
- توبہ اور استغفار کے پانی سے غسل
- تاثراتِ قادیان
- مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی
- جناب منشی غلام قادر فصیح صاحب
- مذہبی رواداری

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے متبعین میں کیا پاک تبدیلی پیدا فرمائی

اراکین خصوصی و مجلس عاملہ انصاراللّٰہ پاکستان

برائے سال 1392ھش/2013ء

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سال 1392 ھش/2013ء کیلئے درج ذیل اراکین خصوصی ومجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان کی منظوری عطافرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ ان سب کیلئے یہ اعزاز مبارک کرے اور احسن رنگ میں خدمتِ دین کی توفیق عطافرمائے۔آمین۔

اراکین خصوصی: 1۔ مکرم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب 2۔ مکرم صاحبزادہ مرزا غلام احمد صاحب
3۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب 4۔ مکرم سید میر محمود احمد ناصر صاحب

اراکین مجلس عاملہ انصاراللّٰہ پاکستان

1	نائب صدر اوّل	مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب
2	نائب صدر صف دوم	مکرم سیّد محمود احمد شاہ صاحب
3	نائب صدر	مکرم سیّد قاسم احمد شاہ صاحب
4	نائب صدر	مکرم ملک منور احمد جاوید صاحب
5	قائد عمومی	مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب
6	قائد تعلیم	مکرم سیّد قمر سلیمان احمد صاحب
7	قائد تربیت	مکرم ڈاکٹر محمد احمد اشرف صاحب
8	قائد تربیت نومبائعین	مکرم ڈاکٹر سلطان احمد مبشر صاحب
9	قائد ایثار	مکرم میجر شاہد احمد سعدی صاحب
10	قائد اصلاح وارشاد	مکرم شبیر احمد ثاقب صاحب
11	قائد ذہانت وصحت جسمانی	مکرم عبدالجلیل صادق صاحب
12	قائد مال	مکرم خالد محمود الحسن بھٹی صاحب
13	قائد وقف جدید	مکرم محمد اسلم شاد منگلا صاحب
14	قائد تحریک جدید	مکرم لطیف احمد جھمٹ صاحب
15	قائد تجنید	مکرم سیّد طاہر احمد صاحب
16	قائد اشاعت	مکرم مرزا فضل احمد صاحب
17	قائد تعلیم القرآن	مکرم عبدالسمیع خان صاحب
18	آڈیٹر	مکرم سیّد غلام احمد فرخ صاحب
19	زعیم اعلیٰ ربوہ	مکرم نصیر احمد چوہدری صاحب
20	معاون صدر	مکرم منیر احمد بسمل چٹھہ صاحب
21	معاون صدر	مکرم محمد محمود طاہر صاحب
22	معاون صدر (برائے تاریخ انصاراللہ)	مکرم سید مبشر احمد ایاز صاحب
	مدیر ماہنامہ انصاراللہ	مکرم احمد طاہر مرزا صاحب

والسلام
خاکسار
حافظ مظفر احمد
صدر مجلس انصاراللہ پاکستان

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کیلئے

قارئین کو نیا سال مبارک ہو!

ماہنامہ انصار اللہ

صلح 1392 ہش/جنوری 2013ء/جلد 54/شمارہ 01

ایڈیٹر: احمد طاہر مرزا

فہرست

صبحِ نو (اداریہ)	4
اِقامت صلوٰۃ (درس القرآن)	6
توبہ اور استغفار کے پانی سے غسل (درس الحدیث)	7
نیکی کا دروازہ تنگ ہے (کلام الامام)	8
فَجَعَلْتَهُمْ فَانِيْنَ فِي الرَّحْمٰنِ (قصیدہ)	9
اک دن یہ صبحِ زندگی کی تم پہ شام ہے (منظوم کلام)	10
حضرت مسیح موعود نے اپنے متبعین میں کیا پاک تبدیلی پیدا کی؟	17
مذہبی رواداری	18
دعا کا ہتھیار (منظوم)	21
یادرفتگان (مکرم فضل الرحمٰن خان صاحب)	22
غزل	26
منشی غلام قادر فصیح احوال و آثار......محاکمہ	27
تاثراتِ قادیان	36
تقریب آمین (مجلس انصار اللہ مقامی)	38
رپورٹ سالانہ علمی ریلی 2012ء	39
یہی شجر ہے جو روحانی اور آسمانی پرندوں کی آماجگاہ ہے	42

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○

نائبین: ○ ریاض محمود باجوہ ○ مبشر احمد خالد ○ نوید مبشر شاہد

فون نمبر: 047-6212982 فیکس: 047-621463 موبائل نمبر مینیجر (0336-7700250)

ویب: ansarullahpk.org قائد اشاعت: quaid.ishaat@ansarullahpk.org

ای میل: magazine@ansarullahpk.org:ansarullahpakistan@gmail.com

پبلشر: عبدالمنان کوثر پرنٹر: طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ کمپوزنگ: فرحان احمد ذکاء

مقام اشاعت: دفتر انصار اللہ دارالصدر جنوبی، چناب نگر (ربوہ) مطبع: ضیاء الاسلام پریس

شرح چندہ پاکستان سالانہ: 200 روپے۔ قیمت فی پرچہ: 20 روپے

اداریہ

صبحِ نَو

2012ء کا آفتاب تاریخ عالم پر گہرے نقوش چھوڑ کر غروب ہو گیا۔ عالمی افق پر اگر نظر ڈالی جائے تو یہ سال بھی بنی نوع انسان کیلئے اچھے نقوش چھوڑ کر نہیں گیا۔ ایک طرف تو سمندری طوفان اور دیگر قدرتی آفات انسانیت کو دکھوں میں مبتلا کرتے رہے تو دوسری طرف قتل و غارت، خودکش حملے اور مصنوعی خداؤں کے کبر و غرور نے انسانیت کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور ہزاروں معصوم ابدی نیند سلا دیئے گئے۔ 2011ء کی طرح 2012ء میں بھی حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر نے عالمی طاقتوں، لیڈروں اور ایسی بااثر شخصیات کو، جن کے کردار سے دنیا کا امن وابستہ ہے، متعدد بار خبردار کیا کہ دنیا کو تباہی سے بچانے کیلئے اپنا کردار ادا کریں کیونکہ تیسری عالمگیر تباہی کے سائے سر پر منڈلا رہے ہیں۔ حال ہی میں دنیا کی واحد سپر پاور کو سینڈی آفت نے ہلا کر رکھ دیا یہاں تک کہ امریکہ کی 110 سالہ تاریخ میں اس قدر تباہی نہیں ہوئی جتنی کہ 2012ء کے اس سمندری طوفان نے مچائی اور انہیں جن مصنوعی سہاروں پہ بڑا ناز تھا ریت کی دیوار ثابت ہوئے۔ بظاہر اتنی بڑی قدرتی آفات سے کچھ عبرت حاصل نہیں کی گئی اور تیسری دنیا اور دیگر کمزور ممالک کی معصوم انسانیت کو کھلونا بنانے کی پالیسیاں ویسے ہی جاری ہیں۔

گزشتہ سال متعدد بار حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جس درد اور ذمہ داری سے مذاہب عالم کے لیڈروں اور عالمی شخصیات کو متنبہ فرمایا تھا کاش کہ اس پر وہ عمل پیرا ہوتے!۔ پھر 4 دسمبر 2012ء کو یورپین پارلیمنٹ کے 200 کے قریب ممبران سے خطاب میں حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے دین حق کی خوبصورت پُرامن تعلیم پیش فرمائی اور قیام امن کیلئے انہیں ان کی ذمہ داریوں کا احساس دلایا اور امن عالم کیلئے بہترین لائحہ عمل عطا فرمایا۔ جیسا کہ حضور انور نے 21 دسمبر کے خطبہ جمعہ میں متعدد پارلیمنٹیرین اور دیگر مندوبین کے تاثرات سے احباب جماعت کو آگاہ فرمایا۔ ہماری تو کُل انسانیت کیلئے یہی تمنا اور دعا ہے کہ 2013ء کی ہر صبح صلح و امن اور شانتی و محبت کا سورج لیکر طلوع ہو۔ ہمارا کام تو اپنے پیارے آقا کی اقتداء میں پُرسوز دعائیں کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کائنات کو تباہیوں سے بچالے۔ کیونکہ حضرت امام الزمان کی پیشگوئی کے مطابق نہ امریکہ و ایشیا امن میں ہے، نہ یورپ اور نہ ہی جزائر کے ممالک کیونکہ کوئی مصنوعی خدا ان کی مدد کیلئے نہ پہلے آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔

عالمگیر قیام امن کے سلسلہ میں حضرت امام جماعت احمدیہ عالمگیر گزشتہ چند سالوں سے بالخصوص دنیا کی بڑی بڑی قیادتوں اور سرکردہ لیڈروں کو اپنی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی طرف توجہ دلا رہے ہیں۔ حضور انور نے اپنے خطبات و خطابات، لیکچرز، پیغامات اور خطوط میں عالمی قیادتوں کو متنبہ کیا کہ اگر ان اقوام اور عالمی لیڈروں نے انسانیت کی بقا کی خاطر اپنی ذمہ داریوں کا احساس نہ کیا تو ساری دنیا کا امن متاثر ہو سکتا ہے اور بڑے پیمانے پر عالمگیر تباہی آسکتی ہے جس سے کروڑوں انسان متاثر ہو سکتے ہیں۔ اگر ایٹمی قوتوں نے خودسری اور رعونت کے بت نہ توڑے تو یہ عالم ایک اور عالمگیر قیامت کی لپیٹ میں آسکتا ہے۔ حضور انور نے اس سلسلہ میں عیسائیت کے مذہبی پیشوا پوپ بینڈ یکٹ، اسرائیل کے وزیر اعظم بینجمن نتن یاہو، امریکہ کے صدر باراک اوباما، کینیڈا کے وزیر اعظم سٹیفن ہارپر، چینی قیادت اور بعض دیگر بااثر قیادتوں کو ان کی مذہبی تعلیمات کے مطابق

قیام امن کیلئے اپنا کردار ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی۔ اوران سرکردہ لیڈروں کو متنبہ فرمایا کہ انسانیت کو تباہی سے بچانے کیلئے انہیں خدائے واحد و یگانہ کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ توبہ کرنی پڑے گی، رجوع الی اللہ کرنا پڑے گا کہ اسی میں سب کی خیر ہے۔

حضرت امام آخرالزماں علیہ السلام نے آج سے 106 سال قبل 1907ء میں اقوام عالم کو اِنذار کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ:

''یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض اُن میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی باہر نہیں ہوں گے اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا اُن میں کبھی آبادی نہ تھی اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی ...... دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی ہے اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے ہیں اگر میں نہ آیا ہوتا تو اِن بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا۔ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ (1) اور توبہ کرنے والے امان پائیں گے ...... کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم اِن زلزلوں سے امن میں رہو گے یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اُس دن خاتمہ ہوگا یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک اُن سے محفوظ ہے میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید اُن سے زیادہ مصیبت کا مُنہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اُس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھلائے گا جس کے کان سُننے کے ہوں سُنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اِس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے...... مگر خدا غضب میں دھیما ہے توبہ کرو تا تم پر رحم کیا جائے۔'' (2)

اس نشاں کے بعد ایماں قابلِ عزت نہیں ایسا جامہ ہے کہ نو پوشوں کا جیسے ہو اُتار
گر کرو توبہ تو اب بھی خیر ہے کچھ غم نہیں تم تو خود بنتے ہو قہرِ ذوالمنن کے خواستگار (3)

-1 سورۃ بنی اسرائیل: 16
-2 حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 268-269
-3 ازنوٹ بک حضرت مسیح موعود علیہ السلام بحوالہ درثمین اردو، شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ، صفحہ 155

درس القرآن

اِقامت صلوٰۃ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’قرآن کریم نے مذہب کا اور خود اپنا جو خلاصہ شروع میں پیش کیا ہے وہ تین لفظی ہے۔سورۃ البقرہ کی پہلی آیت میں تو کتاب کا تعارف ہے اوراس کی تعلیم کا خلاصہ پیش کیا گیا ہے۔جیسا کہ فرمایا الٓمّٓ ۝ ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَارَیۡبَ فِیۡہِ ھُدًی لِّلۡمُتَّقِیۡنَ ۝ اوراگلی آیت میں اس ساری تعلیم کا خلاصہ یہ بیان فرمایا۔ اَلَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡغَیۡبِ وَ یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقۡنٰھُمۡ یُنۡفِقُوۡنَ ۝ یعنی ایمان بالغیب، اقامت الصّلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ۔اگلی آیت یعنی وَ الَّذِیۡنَ یُؤۡمِنُوۡنَ بِمَآ اُنۡزِلَ اِلَیۡکَ وَ مَآ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِکَ وَ بِالۡاٰخِرَۃِ ھُمۡ یُوۡقِنُوۡنَ ۝ میں پہلی آیت کی تفصیل بیان فرمائی کہ غیب کے کیا معنی ہیں،مومن اقامت صلوٰۃ کی تعلیم کس سے لیتے ہیں، کس طرح اس کا حق ادا کرتے ہیں اور انفاق فی سبیل اللہ جو دراصل بنی نوع انسان کے حقوق کی ادائیگی ہے، وہ کیسے اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا کہ مومن یہ سب باتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سیکھتے ہیں جیسا کہ آپ سے پہلے بھی خدا نے جو بزرگ بھیجے تھے ان سے لوگ سیکھتے رہے تھے اور آئندہ بھی سچی تعلیم وہی سکھائے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خدا ہی سے پائے گا۔پس اس نظام کا خلاصہ بیان فرمادیا جس کے ذریعے انسان ایمان بالغیب سیکھتا ہے اور یہ نظام خود ایمان بالغیب کا ہی حصہ ہے۔پھر وہ اقامت صلوٰۃ یعنی حقوق اللہ کی تعلیم حاصل کرتا ہے اور پھر انفاق فی سبیل اللہ یعنی بنی نوع انسان کے حقوق ادا کرنے کے اسلوب سیکھتا ہے۔الغرض پہلی تین باتیں جن کی طرف قرآن کریم مومن کو متوجہ کرتا ہے جن کے بغیر نہ وہ متقی بن سکتا ہے، نہ وہ شک سے پاک ہوسکتا ہے اور نہ ہی ہدایت کی کوئی بھی منزل پاسکتا ہے، وہ ہیں ایمان بالغیب، اقامت الصلوٰۃ اور انفاق فی سبیل اللہ......

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مختلف آیات کوملحوظ رکھتے ہوئے نماز کا جونقشہ کھینچا ہے وہ یہ ہے کہ نماز ایسی چیز ہے جو اگر زور لگا کر اور توجہ کے ساتھ کھڑی نہ کی جائے تو گر پڑے گی۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ جو بار بار کہا گیا ہے کہ نماز کو کھڑا کرو، کھڑا کرو، کھڑا کرو، ...... اس سے اس طرف توجہ دلانا مقصود ہے کہ نماز ازخود کھڑی نہیں ہوا کرتی۔ جب بھی تم اس کی طرف سے غافل ہوگئے، یہ گر پڑے گی۔جس طرح ٹینٹ یعنی خیمہ بانس کے سہارے کھڑا ہوتا ہے، اگر بانس نہیں رہے گا تو خیمہ زمین پر آپڑے گا، کمرے کی طرح کی چیز تو نہیں کہ ازخود کھڑا رہے۔اسی طرح عبادت بھی ایک ایسی چیز ہے جو ازخود کھڑی نہیں ہوتی۔اس کی طرف بار بار توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کی آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ میں یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ اے خدا! ہم کمزور ہیں اور عبادت مشکل کام ہے، ذرا بھی اس سے غافل ہوئے تو اس کا حق ادا کرنے کے اہل نہیں رہیں گے،اس لئے ہر نماز کی ہر رکعت میں ہم تجھ سے درخواست کرتے ہیں التجا کرتے ہیں کہ ہمیں توفیق بخش کہ ہم نماز کا حق ادا کرسکیں۔اس لئے خصوصیت کے ساتھ نماز کی طرف توجہ دلانا ہمارا اولین فرض ہونا چاہئے۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ یکم اپریل 1983ء بحوالہ روزنامہ الفضل 20 جون 83ء)

درس حدیث

توبہ و استغفار کے پانی سے غسل

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِی وُعِدَ الْمُتَّقُونَ تَجْرِی مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ أُكُلُهَا دَائِمٌ وَظِلُّهَا تِلْكَ عُقْبَى الَّذِينَ اتَّقَوْا وَعُقْبَى الْكَافِرِينَ النَّارُ ○ (الرعد:36)

اس جنت کی مثال جس کا متقیوں سے وعدہ کیا گیا ہے (یہ ہے) کہ اس کے دامن میں نہریں بہتی ہیں، اُس کا پھل دائمی ہے اور اُس کا سایہ بھی۔ یہ ان لوگوں کا انجام ہے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا جبکہ کافروں کا انجام آگ ہے۔

حَدَّثَنَا سَمُرَةُ بْنُ جُنْدُبٍ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَنَا أَتَانِی اللَّيْلَةَ آتِيَانِ فَابْتَعَثَانِی، فَانْتَهَيْنَا إِلٰى مَدِينَةٍ مَبْنِيَّةٍ بِلَبِنِ ذَهَبٍ وَلَبِنِ فِضَّةٍ، فَتَلَقَّانَا رِجَالٌ شَطْرٌ مِنْ خَلْقِهِمْ كَأَحْسَنِ مَا أَنْتَ رَاءٍ وَشَطْرٌ كَأَقْبَحِ مَا أَنْتَ رَاءٍ قَالَا لَهُمُ اذْهَبُوا فَقَعُوا فِی ذَالِكَ النَّهْرِ فَوَقَعُوا فِيهِ ثُمَّ رَجَعُوا إِلَيْنَا قَدْ ذَهَبَ ذَالِكَ السُّوءُ عَنْهُمْ فَصَارُوا فِی أَحْسَنِ صُورَةٍ قَالَا لِی هٰذِهِ جَنَّةُ عَدْنٍ وَهٰذَاكَ مَنْزِلُكَ قَالَا أَمَّا الْقَوْمُ الَّذِينَ كَانُوا شَطْرٌ مِنْهُمْ حَسَنٌ وَشَطْرٌ مِنْهُمْ قَبِيحٌ فَإِنَّهُمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا تَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهُمْ. (بخاری کتاب التفسیر ،باب قوله وآخرون اعترفوابذنوبهم حدیث :4674)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں کہ:

’’حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا کہ آج رات دو فرشتے میرے پاس آئے اور مجھے جگایا۔ ہم ایک شہر میں پہنچے جو سونے کی اور چاندی کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا۔ وہاں ہمیں بعض ایسے لوگ ملے جن کے بدن کا ایک حصہ تو نہایت خوبصورت تھا اور ایک حصہ نہایت بدصورت۔ یعنی (خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا) انہوں نے اپنے اعمال ملا جلا دیئے تھے۔ فرشتوں نے ان سے کہا کہ فلاں نہر میں داخل ہو جاؤ۔ وہ اس میں داخل ہو گئے اور پھر جب واپس ہمارے پاس آئے تو ان کی بدصورتی دور ہو چکی تھی۔ اب یہ نہر استغفار اور توبہ کی نہر ہے۔ ان کو فرشتوں نے حکم دیا کہ تم توبہ اور استغفار کے پانی سے نہاؤ اور یہ ایسا غسل ہے جس کے نتیجہ میں تمہاری برائیاں اور بدصورتیاں دور ہو جائیں گی۔ فرمایا وہ بہت خوبصورت ہو چکے تھے۔ فرشتوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے۔ ان لوگوں کی جنت کو جنت عدن نہیں کہا گیا جس کی توبہ قبول ہوئی تھی بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو جس جنت میں اللہ تعالیٰ نے رکھنا تھا، جس کی خوشخبری دی گئی تھی اس کے متعلق فرمایا۔ چنانچہ اس کے ساتھ ہی فرمایا اور یہیں آپ کا گھر ہے۔ ترجمہ کرنے والے جب خدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہوتا ہے تو وہاں ’’آپ‘‘ کا لفظ استعمال کر لیتے ہیں یہ مناسب نہیں ہے۔ یہ خدا کی شان ہے۔ وہ یہ کہتا ہے اور یہیں تیرا گھر ہے اے محمد! اور یہ بہت زیادہ پیار کا اظہار ہے بہ نسبت آپ کہنا۔ اور وہ لوگ جن کا آدھا بدن خوبصورت اور آدھا بدصورت تھا، وہ ایسے لوگ تھے جنہوں نے اچھے اعمال اور برے اعمال کو باہم ملا جلا دیا تھا تاہم اللہ تعالیٰ نے ان سے صرفِ نظر فرمایا۔‘‘ (خطبہ جمعہ فرمودہ 18 ؍مئی 2001ء از ہفت روزہ الفضل انٹرنیشنل 22؍ جون 2001ء)

کلام الامام

نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہوسکتا

سیدنا حضرت بانی سلسلہ احمدیہ فرماتے ہیں:

''نیکی کا دروازہ تنگ ہے۔ پس یہ امر ذہن نشین کرلو کہ نکمی چیزوں کے خرچ کرنے سے کوئی اس میں داخل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ نصّ صریح ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ 1 جب تک عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیزوں کو خرچ نہ کرو گے، اس وقت تک محبوب اور عزیز ہونے کا درجہ نہیں مل سکتا''۔ 2

پھر فرمایا:

''کیا صحابہ کرامؓ مفت میں اس درجہ تک پہنچ گئے جو اُن کو حاصل ہوا۔ دنیاوی خطابوں کے حاصل کرنے کے لیے کس قدر اخراجات اور تکلیفیں برداشت کرنی پڑتی ہیں تب کہیں جا کر ایک معمولی خطاب جس سے دلی اطمینان اور سکینت حاصل نہیں ہو سکتی، ملتا ہے۔ پھر خیال کرو کہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ کا خطاب جو دل کو تسلی اور قلب کو اطمینان اور مولیٰ کریم کی رضا مندی کا نشان ہے، کیا یونہی آسانی سے مل گیا؟'' فرمایا ''بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا مندی جو حقیقی خوشی کا موجب ہے حاصل نہیں ہوسکتی جب تک عارضی تکلیفیں برداشت نہ کی جاویں۔ خدا ٹھگا نہیں جا سکتا۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو رضائے الٰہی کے حصول کے لیے تکلیف کی پروا نہ کریں کیونکہ ابدی خوشی اور دائمی آرام کی روشنی اُس عارضی تکلیف کے بعد مومن کو ملتی ہے''۔ 3

نرمی اور رفق سے معاملہ کرو اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو

''اگر تمہارے نفسانی جوش اور بدزبانیاں ایسی ہیں جیسے تمہارے دشمنوں کی ہیں پھر تم ہی بتاؤ کہ تم میں اور تمہارے غیروں میں کیا فرق اور امتیاز ہوا؟ تمہیں تو چاہیئے کہ ایسا نمونہ دکھاؤ کہ جو مخالف خود شرمندہ ہو جاوے۔ بڑا ہی عقلمند اور حکیم وہ ہے جو نیکی سے دشمن کو شرمندہ کرتا ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ نرمی اور رفق سے معاملہ کرو۔ اپنی ساری مصیبتیں اور بلائیں خدا تعالیٰ پر چھوڑ دو۔ یقیناً سمجھو اگر کوئی شخص ایسا ہے کہ ہر شخص کی شرارت پر صبر کرتا ہے اور خدا پر اسے چھوڑتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ اسے ضائع نہیں کرے گا۔ اگرچہ دنیا میں ایسے آدمی موجود ہیں جو ہنسی کریں گے اور ان باتوں کو سن کر ٹھٹھا کریں گے مگر تم اس کی پروا نہ کرو۔ خدا تعالیٰ خود اس کے لیے موجود ہے۔ وہ خدا پرانا نہیں ہو گیا جیسے انسان بڈھا ہو کر پیر فرتوت ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ وہی ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت تھا اور وہی خدا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ اس کی وہی طاقتیں اب بھی ہیں جو پہلے تھیں۔ لیکن جو کچھ میں کہتا ہوں تم اس پر عمل نہ کرو تو میری جماعت میں نہ رہے۔'' 4

1۔ آل عمران: 93۔ 2۔ ملفوظات جلد اول، ایڈیشن 2003ء مطبوعہ ربوہ صفحہ 47۔ 3۔ ملفوظات جلد اول، صفحہ 47۔ 4۔ ملفوظات جلد پنجم صفحہ 131

قصیدہ

فَجَعَلْتَہُمْ فَانِیْنَ فِی الرَّحْمٰنِ

صَادَفْتَہُمْ قَوْمًا کَرَوْثٍ ذِلَّۃً ⌘ فَجَعَلْتَہُمْ کَسَبِیْکَۃِ الْعِقْیَانِ

تو نے انہیں گوبر کی طرح ذلیل قوم پایا پھر تو نے انہیں خالص سونے کی ڈلی کی مانند بنا دیا۔

حَتّٰی انْثَنٰی بَرٌّ کَمِثْلِ حَدِیْقَۃٍ ⌘ عَذْبِ الْمَوَارِدِ مُثْمِرِ الْاَغْصَانِ

یہاں تک کہ عرب کا خشک جنگل اس باغ کی مانند ہوگیا جس کے چشمے خوشگوار و شیریں اور جسکے درختوں کی ڈالیاں پھلوں سے لدی ہوں۔

عَادَتْ بِلَادُ الْعُرْبِ نَحْوَ نَضَارَۃٍ ⌘ بَعْدَ الْوَجٰی وَالْمَحْلِ وَالْخُسْرَانِ

عرب کے شہروں میں پھر رونق اور تروتازگی آگئی ویرانی، خشکی، قحط اور تباہی کے بعد۔

کَانَ الْحِجَازُ مُغَازِلَ الْغِزْلَانِ ⌘ فَجَعَلْتَہُمْ فَانِیْنَ فِی الرَّحْمٰنِ

اہل حجاز جو خوبصورت عورتوں سے عشق بازی میں محو تھے۔ تو نے انہیں فانی فی اللہ بنا دیا!!

شَیْئَانِ کَانَ الْقَوْمُ عُمْیًا فِیْہِمَا ⌘ حَسْوُ الْعُقَارِ وَکَثْرَۃُ النِّسْوَانِ

وہ باتیں تھیں جن میں عرب قوم اندھی ہو رہی تھی۔ مزے لے لے کر شراب نوشی اور عورتوں کی زیارت ۔

اَمَّا النِّسَآءُ فَحُرِّمَتْ اِنْکَاحُہَا ⌘ زَوْجًا لَہُ التَّحْرِیْمُ فِی الْقُرْاٰنِ

عورتوں کا پوچھو تو انکی نسبت یہ حکم ہوا کہ انکا نکاح ان مردوں سے حرام کر دیا گیا جن کی حرمت قرآن میں آگئی ۔

وَجَعَلْتَ دَسْکَرَۃَ الْمُدَامِ مُخَرَّبًا ⌘ وَاَزَلْتَ حَانَتَہَا مِنَ الْبُلْدَانِ

اور تو نے شراب خانے ویران کر دیئے اور شراب کی دوکانیں شہروں سے ہٹا دیں۔

کَمْ شَارِبٍ بِالرَّشْفِ دَنًّا طَافِحًا ⌘ فَجَعَلْتَہُ فِی الدِّیْنِ کَالنَّشْوَانِ

بہت تھے جو خم کے خم پی جاتے تھے پھر تو نے ان کو دین کا متوالا بنا دیا ۔

کَمْ مُحْدِثٍ مُسْتَنْطِقِ الْعِیْدَانِ ⌘ قَدْ صَارَ مِنْکَ مُحَدَّثَ الرَّحْمٰنِ

کتنے بدعتی عود بجانے والے تھے جو تیرے طفیل خدائے رحمٰن سے ہمکلام ہوئے۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد پنجم صفحہ:592۔ اردو ترجمہ از شرح القصیدہ مؤلفہ مولانا جلال الدین شمس)

اردو کلام

اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

دنیا کی حِرص و آز میں یہ دل ہیں مَر گئے
غفلت میں ساری عمر بسر اپنی کر گئے

اے سونے والو جاگو! کہ وقت بہار ہے
اب دیکھو آکے در پہ ہمارے وہ یار ہے

کیا زندگی کا ذوق اگر وہ نہیں ملا
لعنت ہے ایسے جینے پر گر اُس سے ہیں جدا

اس رُخ کو دیکھنا ہی تو ہے اصل مدّعا
جنت بھی ہے یہی کہ ملے یار آشنا

اے حب جاہ والو! یہ رہنے کی جا نہیں
اس میں تو پہلے لوگوں سے کوئی رہا نہیں

دیکھو تو جاکے اُن کے مقابر کو اک نظر
سوچو کہ اب سلف ہیں تمہارے گئے کدھر

اک دن وہی مقام تمہارا مقام ہے
اک دن یہ صبح زندگی کی تم پہ شام ہے

اک دن تمہارا لوگ جنازہ اٹھائیں گے
پر دفن کرکے گھر میں تأسف سے آئیں گے

اے لوگو! عیش دنیا کو ہرگز وفا نہیں
کیا تم کو خوفِ مرگ و خیال فنا نہیں

سوچو کہ باپ دادے تمہارے کدھر گئے
کس نے بُلا لیا وہ سبھی کیوں گذر گئے

وہ دن بھی ایک دن تمہیں یارو نصیب ہے
خوش مت رہو کہ کُوچ کی نوبت قریب ہے

جس کو تلاش ہے کہ ملے اُس کو کردگار
اُس کے لئے حرام جو قصّوں پہ ہو نثار

اُس کا تو فرض ہے کہ وہ ڈھونڈے خدا کا نور
تا ہووے شک وشبہ سبھی اُس کے دِل سے دُور

کیوں بڑھ گئے زمیں پہ بُرے کام اس قدر
کیوں ہوگئے عزیزو! یہ سب لوگ کور و کر

کیوں اب تمہارے دل میں وہ صدق وصفا نہیں
کیوں اِس قدر ہے فسق کہ خوف و حیا نہیں

کیوں زندگی کی چال سبھی فاسقانہ ہے
کچھ اِک نظر کرو کہ یہ کیسا زمانہ ہے

(انتخاب از براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد21 ص13-15)

مبارک وہ جواب ایمان لایا

حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے متبعین میں کیا پاک تبدیلی پیدا فرمائی

روایات رفقاء بیان فرمودہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 12 اکتوبر 2012ء کے خطبہ جمعہ میں رفقاء کرام کی روایات بیان فرمائیں جن میں بعض پیش خدمت ہیں:

بزرگان کے واقعات بیان کرنے میں حکمت

جب مَیں (رفقاء) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات اور روایات بیان کرتا ہوں تو جس (رفیق) کا واقعہ بیان ہوتا ہے، اُن کی اولادیں اور اُن کی نسلیں اپنے خطوط میں اس پر خوشی کا اظہار کرتی ہیں اور دعا کے لئے بھی کہتی ہیں کہ دعا کریں کہ ہم اور ہماری آئندہ نسلیں اس اعزاز کی حفاظت کرنے والے ہوں جو ہمیں ہمارے دادا، پڑدادا یا پڑنانا، دادی پڑدادی وغیرہ کو زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے سے ملا، یا اُنہوں نے وہ زمانہ پایا اور براہِ راست امامِ وقت سے فیض پایا۔ لیکن ایک واقعہ پر میری حیرت کی انتہا ہوئی، جب میں نے سنا کہ بعض ایسے بھی ہیں جو اپنے بزرگوں پر یہ اعتراض بھی کر دیتے ہیں کہ انہوں نے غلط کیا کہ اپنے ماں باپ کو چھوڑ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس آ گئے۔ اُن کے دلوں میں یہ غلط خیالات اُن بزرگوں کے صحیح حالات اور واقعات نہ جاننے کی وجہ سے پیدا ہوئے۔ اب جبکہ میں نے اُن بزرگوں کے واقعات بیان کرنا شروع کئے ہیں تو ایسے ہی غلط فہمی میں مبتلا ایک خاندان یا شخص نے مجھ سے رابطہ کر کے کہا کہ فلاں بزرگ کی روایات بیان کر کے آپ نے اُن کے بارے میں جو اُلجھن پیدا کرنے والے بعض سوالات مجھے اُٹھتے تھے اُن کو ختم کر دیا ہے۔ تو یہ واقعات بیان کرنا بعض خاندانوں کے افراد کی غلط فہمیاں جو اُن کو اپنے بزرگوں کے بارے میں پیدا ہو جاتی ہیں، اُنہیں دور کرنے کا بھی باعث بنتا ہے اور اُن کی نسلوں کو جماعت کے قریب لانے کا بھی باعث بنتا ہے۔ اس لئے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے (رفقاء) کے واقعات بیان کرنے کا ایک سلسلہ شروع کیا تھا جو کچھ حد تک بیان کئے تھے پھر بیچ میں رہ گئے تھے۔ اس لئے مَیں بھی کہتا رہا ہوں اور مجھ سے پہلے خلفاء بھی خاص طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بھی کہتے رہے ہیں کہ اگلی نسلوں کو اپنے بزرگوں کے واقعات اور حالات اور تاریخ کی جُگالی کرتے رہنا چاہئے تا کہ اگلی نسلوں کا بھی جماعت سے مضبوط تعلق پیدا ہو اور اُن کی تربیت بھی ہو۔

یہاں یہ بھی بتا دوں کہ (رفقاء) کے خاندانوں کے بعض افراد جو جماعت سے دور ہٹ جاتے ہیں، وہ بعض افرادِ جماعت یا عہدیداروں وغیرہ کے رویہ کی وجہ سے دور ہٹتے ہیں اور پھر نوبت یہاں تک آ جاتی ہے کہ یہ کہنے لگ جاتے ہیں کہ ہمارے بزرگ غلط تھے۔ پس ایسے لوگوں کو ذرا ذرا سی بات پر زُود رنجی دکھانے کی بجائے اپنے لئے بھی خدا تعالیٰ سے ہدایت پر قائم رہنے کی دعا مانگنی چاہئے اور جو لوگ وجہ بن رہے ہیں اُن کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔ ہمیشہ یاد رکھیں کہ ہمارے بزرگوں نے بڑی تحقیق کر کے احمدیت

قبول کی تھی، یا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست رہنمائی حاصل کر کے احمدیت کو قبول کیا تھا۔ موجودہ نسلیں تو غلط ہو سکتی ہیں کیونکہ اُن کا خدا تعالیٰ سے وہ تعلق نہیں ہے جو پہلوں کا تھا، جو اُن بزرگوں کا تھا، لیکن وہ بزرگ غلط نہیں ہو سکتے۔ ہمیشہ یاد رکھیں۔ انصاف کا تقاضا یہی ہے کہ خالی الذہن ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ سیدھے راستے پر چلائے اور کبھی کوئی ایسا موقع پیدا نہ ہو جو اُنہیں یا ہم میں سے کسی کو بھی دین سے دُور لے جانے والا ہو، اللہ تعالیٰ کی رضا سے دور لے جانے والا ہو۔ ایسے لوگ اگر خود یہ جائزے لیں تو اُنہیں پتہ چلے گا کہ یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جن کو اُن کی اَنانیت یا ناسمجھی نے دین کے مقابل پر کھڑا کر کے دین سے دور کر دیا ہے۔

پس (رفقاء) کی اولادیں سے ایسے جو کسی بھی وجہ سے دین سے دور ہو گئے ہیں یا جماعتی نظام سے دور ہو گئے ہیں، جن کے ذاتی تصورات یا خیالات اُن پر حاوی ہو گئے ہیں، اَنانیت اُن پر حاوی ہو گئی ہے، اُنہیں چاہئے کہ اپنے لئے ہمیشہ راہِ راست پر چلنے کیلئے دعائیں کریں۔ اپنے بزرگوں کے احسانوں کو یاد کریں جس میں سے سب سے بڑا احسان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر ہمارے خون میں اس فیض کو جاری کرنا ہے۔ اللہ کرے کہ (رفقاء) کی اولادیں ہمیشہ دین پر قائم رہنے والی ہوں اور اُن کے لئے دعا کرنے والی ہوں، نہ یہ کہ کسی بھی قسم کا اعتراض اُن کے دل میں پیدا ہو.......

امام کی شناخت

پہلا واقعہ اور روایت حضرت محمد فاضل صاحب ولد نور محمد صاحب کی ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

ایک رات بعد نماز عشاء میں نے مولوی صاحب (مولوی سلطان حامد صاحب) کی خدمت میں عرض کی کہ مولوی صاحب! یہ جو حضرت مرزا صاحب نے مہدویت اور مسیحیت کا دعویٰ کیا ہے۔ اگر حقیقت میں یہ مدعی صادق ہو۔ درآنحالیکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ہمارے وطن ہی میں مبعوث فرمایا ہے۔ اگر ہم اُن کی شناخت سے محروم رہ جائیں تو کیا ہم اتنی سی تکلیف بھی گوارا نہیں کر سکتے کہ وہاں جا کر اُن کی زیارت تو کریں (کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں ہمارے وطن میں مبعوث فرمایا ہے لیکن پھر بھی ہم شناخت سے محروم رہ جائیں اور کوئی تکلیف نہ کریں کہ اُن کی زیارت کریں۔ تو) مولوی صاحب چونکہ سلیم القلب اور حلیم الطبع تھے۔ (انہوں نے) سن کر جواباً فرمایا کہ ضرور جانا چاہئے۔ میں نے اُن سے واثق عہد لے لیا، (مضبوط عہد لے لیا)۔ مولوی صاحب چلے گئے اور میں سو رہا۔ (وہ تو اس کے بعد، عہد کرنے کے بعد میری بات سن کے چلے گئے لیکن مَیں سو گیا۔ مولوی صاحب اُس مجلس سے اُٹھ کے چلے گئے اور اُس کے بعد کہتے ہیں میں سو گیا۔ کہتے ہیں اُس وقت) میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا خوشنما مکان ہے، اس کے غالباً چار دروازے ہیں اور اس کا رُخ جنوب کی طرف ہے اور اُس کی شرقی طرف ایک میدان ہے جس میں ایک بڑا مجمع معززین کا جو سفید پوش اور فلکی صفات معلوم ہوتے ہیں، حلقہ باندھ کر بیٹھے ہیں، اُن کی تعداد تقریباً ایک صد سے تجاوز ہوگی۔ اُن کے درمیان مَیں بیٹھا ہوں۔ دفعۃً اس مکان کے شرقی دروازے سے ایک نورانی شکل سفید ریش اور سفید دستار، بُشروں کی چمک ابھی تک میری آنکھوں کے سامنے ہے، باہر نکلے اور اس جماعت کی طرف رُخ کیا ہے۔ تو اُس جماعت کے درمیان میں مَیں کھڑا ہوا ہوں۔ تو اُس نورانی وجود نے میری طرف انگشت شہادت کا اشارہ کر کے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے سارے گناہ بخش دیئے ہیں۔ معاً میرے دل میں ڈالا گیا کہ آپ یعنی وہ بزرگ

آنحضرت ﷺ ہیں۔ کہتے ہیں اس پر میری زبان پر درود شریف جاری ہوگیا اور میں بیدار ہوگیا اور میرے دل میں اس قدر سرور پیدا ہوا کہ پھر مجھے نیند نہ آئی۔ میں نے اُٹھ کر نماز تہجد پڑھ لی اور دل میں یہ کہا کہ کس وقت صبح ہو اور مَیں مولوی صاحب کو یہ خواب سناؤں۔ صبح کو جب مولوی صاحب تشریف لائے تو فراغتِ نماز کے بعد میں نے اُن کو یہ خواب سنایا تو انہوں نے سن کر فرمایا کہ تُو بڑا خوش قسمت ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات (غیر مطبوعہ) جلد نمبر 7 صفحہ 230-229 روایت حضرت محمد فاضل صاحب)

اے ہمارے مولیٰ! اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو ہم پر حقیقت ظاہر کر

حضرت شیخ اصغر علی صاحب بیان کرتے ہیں کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ (دعوۃ الی اللہ) کے سلسلے میں لوگوں کو اس طرف توجہ دلانا بہت مفید ہوتا ہے کہ نمازِ عشاء کے بعد سونے سے پہلے تازہ وضو کر کے دو نفل پڑھے جاویں اور اُن میں دعا کی جاوے کہ اے ہمارے مولیٰ! اگر یہ سلسلہ سچا ہے تو ہم پر حقیقت ظاہر کر۔ کہتے ہیں کہ مَیں مشرقی افریقہ سن 1900ء میں ملازمت پر جاتے ہوئے اپنے ایک پرانے دوست مسمّی نیک محمد صاحب ساکن سرائے عالمگیر ضلع گجرات کو اپنے ملازم کی حیثیت سے ساتھ لے گیا تھا۔ اُن کو (دعوۃ الی اللہ) کرتے ہوئے میں نے یہ نسخہ بتایا جو اوپر بیان ہوا ہے۔ تو انہوں نے یہ عمل کیا اور اللہ تعالیٰ نے اُن کو خواب میں حسبِ ذیل نظارہ دکھایا کہ ’’وہ اپنے مکان واقع سرائے عالمگیر میں ہیں اور اُن کا والد مرحوم بھی ہے اور جس کوٹھڑی میں وہ ہیں وہ حد درجہ روشن ہوگئی ہے اور یہ نظر آ رہا ہے کہ آسمان سے نور کی ایک لہر چل رہی ہے جس نے کوٹھڑی میں نور ہی نور کر دیا ہے۔ اور معاً ایک بزرگ نہایت خوبصورت، پاکیزہ شکل ظاہر ہوتے ہیں اور بھائی نیک محمد صاحب کے والد بزرگوار اپنے بیٹے کی طرف مخاطب ہو کر کہتے ہیں کہ یہ امام مہدی ہیں۔ اور دونوں باپ بیٹا حضور سے ملے ہیں‘‘۔ ایسے خوشکُن نظارے کے بعد اُن کی نیند کھلی اور دن چڑھے انہوں نے مجھے یہ حال بتایا اور اُن کی بیعت کے واسطے خط لکھنے کے واسطے کہا۔ چنانچہ مَیں نے اُن کی بیعت کا خط لکھا۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے اُن کا سارا خاندان احمدی ہے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات...... (غیر مطبوعہ) جلد نمبر 4 صفحہ 168-167 روایت حضرت شیخ اصغر علی صاحب)

حضرت ماسٹر مولا بخش صاحب ولد عمر بخش صاحب فرماتے ہیں کہ: مَیں مدرسہ سنگھونی ریاست پٹیالہ میں ہیڈ ماسٹر تھا۔ ماہ بھادوں (جو برسات کے بعد اگست کا مہینہ ہوتا ہے) کہتے ہیں اُس وقت موسمی تعطیلات ہوئیں۔ مجھے حضور کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق ہوا۔ میرا بچہ عبدالغفار مرحوم دو سال کا تھا۔ اُس کے بدن پر پھوڑے نکلے ہوئے تھے جو اچھے نہ ہوتے تھے۔ میں اُس کی پرواہ نہ کر کے وہاں سے چل پڑا اور سرہند کے مولوی محمد تقی صاحب کو ساتھ لے کر حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت کی۔ جب میں تقریباً ایک ماہ یہاں گزار کر گھر پہنچا تو مَیں نے لڑکے کو بالکل تندرست دیکھا۔ میری بیوی نے کہا کہ میں نے اس کو نہلانا چھوڑ دیا تھا، پھوڑے اچھے ہوگئے۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات...... (غیر مطبوعہ) جلد 7 صفحہ 146 روایت حضرت مولا بخش صاحب)

اگر یہ سچا ہے تو میں نامراد واپس نہ جاؤں

حضرت شیخ محمد افضل صاحب سابق انسپکٹر پولیس پٹیالہ فرماتے ہیں کہ سن 1900ء میں گرمی کا مہینہ تھا کہ ایک خادم مع ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کے قادیان بارادہ بیعت گیا۔

مغرب کے قریب قادیان پہنچا۔ قادیان کے کچے مہمان خانے میں بستر رکھ کر (بیت) مبارک میں گیا۔ حضرت مرزا صاحب نماز مغرب کے لئے اندرونِ خانہ سے تشریف لائے۔ چونکہ کچھ اندھیرا ہو گیا تھا، بہت فربہ معلوم ہوئے۔ کیونکہ خادم شہری آب وہوا میں پرورش پایا ہے شیطان نے دل میں ڈالا۔ موٹا کیوں نہ ہو۔ (نعوذ باللہ)۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں ان کو خیالات آئے کیونکہ اندھیرے کی وجہ سے صحیح طرح نظر نہیں آیا۔ شیطان نے دل میں ڈالا کہ موٹے کیوں نہ ہوں۔ لوگوں کا ماس خوب کھاتے ہیں۔ پھر اندر سے بہت سی عورتوں کے بولنے کی آوازیں آئیں۔ پھر دل میں وسوسہ پیدا ہوا، شیطان نے ڈالا کہ اس کی نیک چلنی کا کیا پتہ ہے۔ نفس کے ساتھ سخت جدوجہد ہوئی کہ تمام بدن پسینہ پسینہ ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں نفس نئے سے نئے پلید خیالات لاتا تھا۔ میں نماز میں دعا کرتا رہا کہ اے خدا! اگر یہ شخص سچا ہے تو میں اس کے دروازہ سے نامراد اور ناکام واپس نہ جاؤں۔ مگر دل کی کوئی اصلاح نہ ہوئی۔ نماز کے بعد مہمان خانے میں واپس آ گیا اور فیصلہ کیا کہ ایسے حالات میں بیعت کرنا درست نہیں ہے۔ یہ یاد نہیں کہ عشاء کی نماز پڑھی یا نہیں اور پڑھی تو کہاں پڑھی۔ مغموم حالت میں سو گیا۔ رات کے دو یا تین بجے کا وقت ہو گا کہ ایک شخص نے مجھ کو گلے سے پکڑ کر چارپائی سے کھڑا کر دیا۔ یعنی خواب میں یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں۔ اور اس زور سے میرا گلا دبایا کہ جان نکلنے کے قریب ہو گئی اور کہا تُو نہیں جانتا کہ مرزا کون شخص ہے؟ یہ وہ شخص ہے جس نے کبھی جھوٹ نہیں بولا اور اپنے دعوے میں بالکل صادق ہے۔ خبردار اگر کچھ اور خیال کیا اور مجھ کو چارپائی پر دے مارا۔ اور کہتے ہیں کہ ایسی دہشت والی خواب تھی کہ خوفزدہ ہو کے میری آنکھ کھل گئی۔ اُس وقت میری آنکھوں میں آنسو تھے اور گلا سخت درد کر رہا تھا جیسے فی الواقعہ کسی نے دبایا ہو حالانکہ یہ سب خوابی کیفیت تھی۔ دل سے دریافت کیا کہ اب بھی مرزا صاحب کی صداقت میں کوئی شبہ ہے۔ دل نے کہا بالکل نہیں۔ صبح کو مرزا صاحب کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ وہ تو کوئی فرشتہ آسمان سے اُترا ہے اور معمولی بدن کا انسان ہے اور اس کی ہر حرکت پر جان قربان کرنے کو طبیعت چاہتی تھی۔ جب حضور علیہ السلام سامنے آ جاتے تھے، بے اختیار رونا آ جاتا تھا اور گویا حضور معشوق تھے اور یہ ناچیز عاشق۔ بڑی خوشی سے بیعت کی اور خدا نے شیطان کے پنجے سے چھڑا کر مسیح کے دروازے پر زبردستی لا ڈالا۔ ورنہ میرے بگڑنے میں کیا کسر باقی رہی تھی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات......(غیر مطبوعہ) جلد نمبر 7 صفحہ 220-219 روایت حضرت شیخ محمد افضل صاحب)

وہ صادق ہیں

حضرت قائم الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے گاؤں کی (بیت) سے نماز پڑھ کر اُٹھا ہوں تو لوگ کہہ رہے ہیں کہ ارے بھائی! ایک ایسی آفت آئی ہے کہ وہ تمام دنیا کو چٹ کر جائے گی۔ میں بھی سن کر محسوس کر رہا ہوں کہ یہ تمام ہم لوگوں کو کھا جائے گی۔ سیاہ رنگ کی لکڑی سی ہے جو کہ تمام کھیتوں میں نظر آ رہی ہے۔ میں لوگوں کو کہتا ہوں کہ بھائی یہ تو ہم کو ضرور کھا جائے گی۔ کچھ خدا کو تو یاد کر لو۔ اُسی وقت (اُن آفتوں میں سے) ایک دو نے میرے دائیں ہاتھ کی انگلی پکڑ لی تو مجھے فکر ہوا کہ مجھے یہ نہیں چھوڑے گی۔ تو میں نے اس کیڑے سے پوچھا کہ کیا تم خدا کی طرف سے آئے ہو؟ اُس کیڑے نے انگلی پکڑ لی۔ اُس نے کہا: ہاں۔ میں نے کہا کیا مرزا صاحب سچے ہیں یا نہیں؟ اُس نے کہا وہ سچے ہیں۔ اگر تُو مرزا صاحب کو نہیں مانے گا تو ہم تمہیں ضرور کھائیں گے کیونکہ وہ صادق

ہیں۔ بار بار تین دفعہ آواز آئی کہ مرزا صاحب سچے ہیں۔ پھر آنکھ کھل گئی۔ وہ پھر کہتے ہیں کہ صبح اُٹھ کر میں نے اپنی اماں سے پوچھا کہ جمعہ کب ہے؟ انہوں نے کہا: پرسوں۔ چنانچہ جمعہ کے دن جا کر حضرت صاحب کی مَیں نے بیعت کرلی......۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات......(غیر مطبوعہ) جلد 7 صفحہ 367 خواب حضرت قائم الدین صاحب)

دل میں تغیر

حضرت محمد فاضل صاحب بیان کرتے ہیں کہ چونکہ بیعت کے لئے میرے اندر بڑی تڑپ تھی اور اُدھر روحانیت حضرت اقدس علیہ السلام نے اس قدر دل میں تغیر پیدا کیا جس کا بیان اظہار سے بالا تر ہے۔ حضرت مخدوم الملّۃ کی خدمت میں مَیں نے عرض کی کہ میری بیعت کے لئے عرض کریں۔ (یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو کہا)۔ چنانچہ ہر شام کی نماز میں حضرت مخدوم الملّت میری بیعت کے لئے عرض کرتے (یعنی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کو وہ کہتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کریں) اور حضور علیہ السلام فرماتے کہ کل۔ اس پر میرے شوق کی آگ بمصداق وعدہ، (فارسی کا شعر پڑھتے ہیں کہ)

وصل چوں شود نزدیک آتشِ شوق تیز تر گردد

(یعنی جب محبوب سے ملنے کا وقت نزدیک آ جائے تو آتش شوق جو ہے وہ بھڑکتی جاتی ہے۔) کہتے ہیں آخر ہفتے کے بعد میری طبیعت نے یہ فیصلہ کیا کہ بیعت تو خواب میں بھی کر چکا ہوں۔ وہاں سے بغیر رخصت کے روانہ ہو گیا۔ (جب کچھ دن بیعت نہیں ہوئی تو میں نے کہا، بیعت تو میں خواب میں کر چکا ہوں تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھے بغیر میں واپس اپنے گھر، اپنے شہر آ گیا۔ کہتے ہیں جب یہاں گھر پہنچا تو پھر بیقراری اور اضطراب بڑھ گیا۔ پھر ایک ماہ کے بعد قادیان شریف روانہ ہو پڑا۔ جب میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے مطب میں داخل ہوا تو آپ نے میری طرف مسکرا کر دیکھا اور مسکراتے ہوئے فرمایا کہ جو امام وقت کی بغیر اجازت کے جاتا ہے اُس کے ساتھ یہی سلوک ہوتا ہے۔ غرض میں نے اُس وقت سمجھا کہ بغیر اجازت امام الوقت جانا مناسب نہیں۔ پھر حضرت صاحب کو ملا۔ پھر میں نے بیعت کے لئے اصرار نہ کیا۔ دل میں برودت اور تسکین پیدا ہوتی گئی۔ آخر بائیس روز کے بعد شام کی نماز کے بعد جمعرات تھی، حضور نے خود فرمایا کہ محمد فاضل بیعت کرلو۔ میں نے بیعت کی اور یہ 1899ء کا آخر یا سن 1900ء کا ابتدا تھا۔......

(ماخوذ از رجسٹر روایات......(غیر مطبوعہ) جلد نمبر 7 صفحہ 234-233 روایت حضرت محمد فاضل صاحب)

آسمان سے تارے ٹوٹنا

حضرت حکیم عبدالرحمٰن صاحب بیان کرتے ہیں (اپنے والد صاحب کے بارے میں بیان کیا) کہ اُن کے بیعت کرنے کا واقعہ اس طرح ہے کہ وہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ یہاں ایک مولوی علاؤالدین صاحب رہا کرتے تھے۔ اُن کی یہاں قریب ہی ایک (بیت) بھی ہے۔ میرے والد صاحب اُن کے پاس پڑھا کرتے تھے۔ ایک دن عشاء کے وقت وضو کرتے کرتے میرے والد صاحب نے مولوی صاحب سے پوچھا کہ مولوی صاحب، آجکل آسمان سے تارے بہت ٹوٹتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ مولوی صاحب نے کہا کہ امام مہدی آنے والا ہے۔ آسمان پر اُس کی آمد کی خوشیاں منائی جا رہی ہیں۔ والد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ چند دن کے بعد میں نے حضرت اقدس کا ذکر سنا اور قادیان جا کر بیعت کرلی۔ واپس آ کر مولوی صاحب کو بھی کہا کہ میں نے تو بیعت کرلی ہے۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ مگر وہ خاموش

ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد آہستہ سے بولے کہ میاں بات تو سچی ہے مگر ہم دنیا دار جو ہوئے۔ (یعنی مولوی بھی ہیں، دنیا دار بھی)۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات ...... (غیر مطبوعہ) جلد 10 صفحہ 122-121 روایت حضرت حکیم عبدالرحمٰن صاحب)

آسمانی شخص

حضرت میاں رحیم بخش صاحب بیان کرتے ہیں کہ جس روز عبدالحق غزنوی کے ساتھ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مباہلہ امرتسر میں ہوا میرے والد صاحب اس مباہلہ میں موجود تھے۔ وہ بیان فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت حضرت صاحب نے دعا مانگی۔ حضرت مولانا نورالدین صاحب کو غشی آگئی اور وہ برداشت نہ کر سکے۔ (یعنی انہوں نے بھی بہت رِقت سے اور شدت سے دعا کی تو اُس کی وجہ سے حالت خراب ہوگئی) والد صاحب کہتے ہیں کہ حضرت صاحب کو دیکھ کر میرے دل نے گواہی دی کہ یہ زمینی شخص نہیں بلکہ آسمانی ہے۔ چنانچہ وہ جب یہاں چونڈہ میں آئے تو انہوں نے آکر اپنے قبیلے میں اس سلسلے کا تذکرہ کیا اور کہا کہ وہ تو کوئی عجیب ہی سلسلہ ہے۔ فرشتے لوگ ہیں۔ چنانچہ مَیں، میرے والد، میرے تایا بلکہ سارے خاندان نے ہی بیعت کر لی۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات...... (غیر مطبوعہ) جلد نمبر 10 صفحہ 183 روایت حضرت میاں رحیم بخش صاحب)

حضرت چوہدری رحمت خان صاحب بیان کرتے ہیں کہ میری بیعت کا واقعہ اس طرح ہے کہ خواب میں مَیں گھر سے نکلا تو باہر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بمع چوہدری مولا بخش بھٹی، چوہدری غلام حسین، مولوی رحیم بخش، مولوی شمس الدین، مولوی الف دین، مولوی عنایت اللہ، رحمت خان جٹ وغیرہ کے ساتھ کھڑے تھے اور اُس وقت بازار سے آئے تھے۔ چوہدری مولا بخش صاحب نے مجھ سے کہا کہ اب بیعت کر لو۔ اس سے اچھا وقت اور کونسا ہو گا۔ حضرت صاحب خود یہاں تشریف لائے ہوئے ہیں۔ مَیں ساتھ ہو گیا۔ یہ ساری پارٹی پہلے چوہدری مولا بخش کے کنوئیں پر گئی پھر ہمارے کنوئیں پر۔ وہاں حضرت صاحب نے نماز پڑھائی۔ نماز پڑھنے کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ (خواب میں یہ نظارہ دیکھ رہے ہیں)۔ حضور کی شبیہ مبارک میرے دل میں اس طرح گڑ چکی تھی کہ کبھی بھول ہی نہیں سکتی تھی۔ صبح اُٹھ کر میں گھر آیا۔ کرایہ لے کر قادیان کا رُخ کیا اور بیعت کی اور تین دن وہاں ٹھہرا رہا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات......(غیر مطبوعہ) جلد نمبر 10 صفحہ 206 روایت حضرت چودھری رحمت خان صاحب)

واقعات دیکھیں تو بعضوں کو بلکہ بہت سوں کو ہم نے دیکھا ہے، اس طرح لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خوابوں کے ذریعے پکڑ کے بیعت کروائی ہے۔

درسِ قرآن سے شکوک رفع ہو گئے

حضرت سید ولایت شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ مَیں 1897ء میں شہر سیالکوٹ کے امریکن مشن ہائی سکول کی پانچویں جماعت میں تعلیم حاصل کرتا تھا۔ پہلے بورڈنگ ہاؤس میں رہتا تھا۔ پھر اپنے انگریزی کے استاد کی سفارش پر آغا محمد باقر صاحب قزلباش رئیس کے ہاں اُن کے دو برادرانِ خورد کا ٹیوٹر مقرر ہوا اور ایک الگ چوبارہ رہائش کے واسطے دیا گیا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعاوی کی نسبت سنا ہوا تھا لیکن چونکہ یہ اپنے پرانے رسمی عقائد کے مطابق نہ تھے اس لئے تحقیق کی طرف بھی توجہ نہ دی۔ علاوہ ازیں عوام کچھ ایسے غلط پیرائے میں حضرت اقدس کی تعلیم پیش کرتے تھے کہ دل میں ان کو سننے سے بھی نفرت پیدا ہو گئی تھی۔ کچھ دنوں بعد شہر میں طاعون کی وبا

پھوٹ پڑی اور کثرت سے لوگ مرنے لگے۔ ایک دن نیچے بازار میں دیکھا تو کئی جنازے اور ارتھیاں گزر رہی تھیں اور اُن کے لواحقین ماتم کرتے جا رہے تھے۔ اس عبرتناک نظارے سے مجھے خیال آیا کہ یہ ایک متعدی بیماری ہے۔ ممکن ہے کہ مجھ پر بھی حملہ کردے اور اگر خدانخواستہ موت آ جائے تو مجھ جیسا نالائق انسان خداوند تعالیٰ کی بارگاہ میں کونسے نیک اعمال پیش کرے گا۔ پھر اعمال حسنہ تو ایک طرف رہے، چھوٹی سی عمر میں اپنے گاؤں کی (بیت) میں پڑا ہوا قرآنِ کریم بسبب تلاوت نہ جاری رکھنے کے بھول چکا ہے۔ (یعنی نیکیاں تو علیحدہ رہیں جو بچپن میں قرآن شریف پڑھا تھا وہ بھی بھول گیا ہے کیونکہ اُس کے بعد کبھی پڑھا نہیں)۔ کہتے ہیں کہ یہ درست ہے کہ میں اپنی کلاس میں اوّل ہوں لیکن عقبیٰ میں یہ تو نہیں پوچھا جائے گا کہ تم نے انگریزی اور حساب وغیرہ میں کتنے نمبر حاصل کئے۔ اس خیال سے اتنی ندامت محسوس ہوئی کہ دل میں مصمّم ارادہ کرلیا کہ قرآنِ شریف کو ازسرِنو کسی نہ کسی سے ضرور صحیح طور پر پڑھوں گا۔ پہلے خود قرآنِ کریم کو کھول کر پڑھا لیکن یقین نہ آیا کہ آیا میں بالکل صحیح پڑھ رہا ہوں (یا غلط ہے)۔ اس کے بعد سوچا کہ کسی (بیت) کے مُلّاں سے پڑھوں لیکن ساتھ ہی یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ کہے گا کہ تم اتنے بڑے ہو گئے ہو، قرآن شریف بھی پڑھنا نہیں جانتے۔ آخر کار یہ ترکیب سوجھی کہ اگر کہیں کلام اللہ کا درس دیا جاتا ہے تو وہاں جا کر مَیں بھی بیٹھ کر قرأت سنتا رہوں اور صحیح قرأت کے علاوہ ترجمہ بھی سیکھ جاؤں۔ ادھر اُدھر سے دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ سوائے احمدیہ (بیت) کے اور کہیں درس نہیں ہوتا۔ میں نے دل میں کہا کہ خیر قرآنِ کریم سن لیا کروں گا اُن کے عقائد اور تعلیم کے بارے میں بالکل توجہ نہیں دوں گا۔ جب میں جانے لگا تو آغا صاحب نے روکا اور کہنے لگے کہ اگر تم وہاں گئے تو ضرور مرزائی ہو جاؤ گے۔ میں نے اُن کو یقین دلایا کہ میں مرزائی بننے نہیں جا رہا، صرف قرآنِ شریف سننے جا رہا ہوں۔ وہ نہ مانے۔ لیکن اگلے دن موقع پا کر میں (بیت) احمدیہ میں پہنچ گیا۔ حضرت میر حامد شاہ صاحب مرحوم اُن دنوں درس دیا کرتے تھے۔ میں بلاناغہ ہر روز درس میں حاضر ہو جایا کرتا تھا اور حقائق و معارف سنتا رہتا تھا۔ جب کبھی حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم قادیان سے آ کر درس دیتے تو اُن کے رُعب کی وجہ سے ہمارے غیر احمدی استاد بھی درس میں حاضر ہو جاتے تھے۔ گو مجھے خاص طور پر بھی (دعوۃ الی اللہ) نہیں کی گئی لیکن قرآنِ کریم کے درس کے دوران میں ہی میرے سب شکوک رفع ہو گئے اور معلوم ہو گیا کہ سلسلہ احمدیہ پر سب الزامات بے بنیاد ہیں۔ ان میں ذرا بھی صداقت نہیں۔ آخر میں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بیعت کا خط لکھ دیا۔ چند دنوں کے بعد منظوری کا جواب آ گیا اور میں خوش قسمتی سے احمدیت کی آغوش میں آ گیا۔

میں تحدیثِ نعمت کے طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ نے مجھے شریف خاندان میں پیدا کیا۔ ڈاکٹری جیسا شریف پیشہ سیکھنے کی توفیق دی۔ میری اکثر دعائیں قبول فرمائیں۔ سب مرادیں پوری کیں۔ رزق دیا، اولاد دی اور سب سے بڑھ کر جو نعمت عطا فرمائی، وہ...... حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شناخت تھی جس سے احمدی بننے کا فخر حاصل ہوا۔ آغا صاحب کی بات سچی نکلی (جو انہوں نے کہا تھا کہ مرزائی ہو جاؤ گے) کہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مَیں سیدھے رستے پر پڑ گیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات (غیر مطبوعہ) جلد 1 صفحہ 173 تا 176 روایت حضرت سید ولایت شاہ صاحب)

(خطبہ جمعہ 12/اکتوبر 2012ء بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 2 تا 8 نومبر 2012ء)

مذہبی رواداری

قسط دوم

(مکرم عبدالرحمٰن صاحب، گوجرہ)

عصر حاضر میں شدت پسندی کی وجوہات میں ایک بڑی وجہ مذہبی رواداری کا فقدان ہے۔ یہ ایک ایسا وصف ہے جس پر عمل پیرا ہونے والا نہ صرف دوسرے مذاہب کو احترام کی نگاہ سے دیکھتا ہے بلکہ اسکی اچھی باتوں کو قبول کرتا ہے۔ تاہم بدقسمتی سے آجکل مذہبی رواداری کے فقدان اور شدت پسندی کی وجہ سے اہل دین زیادہ بدنام ہیں حالانکہ قرآن کریم نے سب سے زیادہ مذہبی رواداری کے سنہری اصول دنیا کو سکھائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے عہد سعادت میں امن عالم اور مذہبی رواداری کی فضا قائم کرنے کیلئے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔

مذہبی رواداری کے قانون کے متعلق آپ نے فرمایا:

''اس قانون کے پاس کرنے میں کسی خاص قوم کی رعایت نہیں بلکہ ہر یک قوم پر اس کا اثر مساوی ہے اور اس قانون کے پاس کرنے میں بے شمار برکتیں ہیں جن سے عامہ خلائق کے لئے امن اور عافیت کی راہیں کھلتی ہیں اور صدہا بیہودہ نزاعوں اور جھگڑوں کی صف لپیٹی جاتی ہے اور اخیر نتیجہ صلح کاری اور ان شراتوں کا دور ہو جانا ہے جو فتنوں اور بغاوتوں کی جڑھ ہوتے ہیں۔''

(آریہ دھرم۔ روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 85 تا 86)

مذہبی مباحثات میں یہ اصول کتنا پیارا ہے جس سے تحقیق حق کا دروازہ بھی کھلا رہتا ہے اور بے جا اعتراضات سے بھی نجات مل جاتی ہے مگر افسوس کہ یہ قانون پاس نہ ہو سکا۔

جب 1897 میں عیسائیوں نے ایک نہایت غلیظ کتاب ''امہات المومنین یعنی دربارِ مصطفائی کے اسرار'' لکھی جس میں آنحضرت ﷺ پر بیہودہ الزامات لگائے گئے تھے تو اس ناپاک سازش پر حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام نے اپنی تصنیف ''کتاب البریہ'' میں دوبارہ گورنمنٹ کو یہ تجویز بھجوائی کہ مذہبی مباحثات کے بارے میں ایسے قوانین وضع کیے جائیں جن سے مذہبی حوالہ سے کسی کی دلآزاری نہ ہو اور اس قسم کی فتنہ انگیز تحریرات سے نجات مل جائے۔ چنانچہ آپؑ فرماتے ہیں:

''میرے نزدیک ایسی فتنہ انگیز تحریروں کے روکنے کے لیے بہتر طریق یہ ہے کہ گورنمنٹ عالیہ یا تو یہ تدبیر کرے کہ ہر ایک فریقِ مخالف کو یہ ہدایت فرماوے کہ وہ اپنے حملہ کے وقت تہذیب اور نرمی سے باہر نہ جاوے اور صرف ان کتابوں کی بنا پر اعتراض کرے جو فریق مقابل کی مسلّم اور مقبول ہوں اور اعتراض بھی وہ کرے جو اپنی مسلّم کتابوں پر وارد نہ ہو سکے۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 346)

نیز آپ نے گورنمنٹ کو یہ بھی تجویز دی کہ اگر وہ ایسا کوئی قانون نہیں بنا سکتی تو پھر یہ قانون بنا دے کہ ہر مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور کوئی مذہب کسی دوسرے مذہب کی برائیاں بیان نہ کرے۔ چنانچہ اسی کتاب میں پھر تحریر فرمایا:

''اگر گورنمنٹ عالیہ یہ نہیں کر سکتی (یعنی مذکورہ بالا قانون نہیں بنا سکتی) تو یہ تدبیر عمل میں لاوے کہ یہ قانون صادر فرماوے کہ ہر ایک فریق صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیا کرے اور دوسرے فریق پر ہرگز حملہ نہ کرے۔ میں دل

سے چاہتا ہوں کہ ایسا ہو۔ اور میں جانتا ہوں کہ قوموں میں صلح کاری پھیلانے کے لیے اس سے بہتر اور کوئی تدبیر نہیں کہ کچھ عرصہ کے لیے مخالفانہ حملے روک دیئے جائیں۔ ہر ایک شخص صرف اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور دوسرے کا ذکر زبان پر نہ لاوے۔ اگر گورنمنٹ عالیہ میری اس درخواست کو منظور کرے تو میں یقیناً کہتا ہوں کہ چند سال میں تمام قوموں کے کینے دور ہو جائیں گے اور بجائے بغض، محبت پیدا ہو جائے گی۔ ورنہ کسی دوسرے قانون سے اگرچہ مجرموں سے تمام جیل خانے بھر جائیں گے مگر اس قانون کا ان کی اخلاقی حالت پر نہایت ہی کم اثر پڑے گا۔''

(کتاب البریہ، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 346)

سیدنا حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام بین المذاہب ہم آہنگی کے حوالہ سے اس اصول کو کہ ہر مذہب اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے، اتنا پسند فرماتے تھے کہ منارۃ المسیح کی تعمیر کے اغراض میں سے ایک یہ غرض بھی بیان فرمائی کہ اس کے نیچے ایسا کوئی کمرہ بنا دیا جائے جس میں کچھ آدمیوں کے بیٹھنے کی جگہ ہو اور اس میں ہر سال اس قسم کے جلسے منعقد ہوا کریں جن میں ہر مذہب والا اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے اور کسی دوسرے مذہب پر اعتراض نہ کرے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

''بالآخر میں ایک ضروری امر کی طرف اپنے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ اس منارہ سے ہماری یہ بھی غرض ہے کہ مینار کے اندر یا جیسا کہ مناسب ہو ایک گول کمرہ یا کسی اور وضع کا کمرہ بنا دیا جائے جس میں کم سے کم سو آدمی بیٹھ سکے اور یہ کمرہ وعظ اور مذہبی تقریروں کے لئے کام آئے گا۔ کیونکہ ہمارا ارادہ ہے کہ سال میں ایک یا دو دفعہ قادیان میں مذہبی تقریروں کا ایک جلسہ ہوا کرے اور اس جلسے میں ہر ایک شخص (مومنوں) میں اور ہندوؤں اور آریوں اور عیسائیوں اور سکھوں میں سے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرے گا مگر یہ شرط ہوگی کہ دوسرے مذہب پر کسی قسم پر حملہ نہ کرے۔ فقط اپنے مذہب اور اپنے مذہب کی تائید میں جو چاہے تہذیب سے کہے۔''

(ضمیمہ خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 30)

اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو دنیا میں مذہبی رواداری کے قیام کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی اچھا قانون نہیں ہو سکتا۔ افسوس کہ حکومت ہند اس وقت ایسا کوئی قانون نہ بنا سکی۔ آج جماعتِ احمدیہ کئی ممالک میں اس قسم کے جلسوں کا انعقاد کرتی ہے جن میں مختلف مذاہب کے نمائندوں کو اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کرنے کا موقع فراہم کیا جاتا ہے۔

پیغامِ صلح

حضورؑ کو مذہبی رواداری اور مذاہب کے درمیان ہم آہنگی کا کس قدر خیال تھا اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ آپؑ نے اپنی آخری کتاب ''پیغامِ صلح''، اسی صلح و آشتی اور رواداری کے پیغام کو فروغ دینے کے لئے لکھی۔ اس کتاب میں بھی آپ نے تمام مذاہب کو امن اور صلح کی دعوت دی۔ آپ نے ہندوؤں کو صلح کے لئے اس قدر بھی پیشکش کر دی کہ اگر وہ آنحضرت ﷺ کو سچا مان لیں (یعنی جس طرح ہم ہندوؤں کے اوتاروں حضرت رام چندر اور سری کرشن جی کو سچا اور خدا کی طرف سے سمجھتے ہیں گو ہم ان کی شریعت پر عمل نہیں کرتے۔ اسی طرح اگر ہندو بھی آپ ﷺ کو سچا مان لیں اور آپ ﷺ کی ہتک چھوڑ دیں) تو ہم بھی گائے کا گوشت ان کے لئے چھوڑ دیں گے۔

(پیغامِ صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 458)

اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہو جاتا ہے کہ حضرت مسیحِ

موعودؑ دوسرے مذاہب کے ساتھ امن اور صلح سے رہنے کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔

صلح کا رمذہب جو کسی پیشوا پر حملہ نہیں کرتا

اپنی آخری تصنیف پیغام صلح میں فرماتے ہیں:۔

’’(دین حق) پاک اور صلح کار مذہب تھا جس نے کسی قوم کے پیشوا پر حملہ نہیں کیا۔ اور قرآن وہ قابل تعظیم کتاب ہے جس نے قوموں میں صلح کی بنیاد ڈالی اور ہر ایک قوم کے نبی کو مان لیا۔ اور تمام دُنیا میں یہ فخر خاص قرآن شریف کو حاصل ہے۔ جس نے دُنیا کی نسبت ہمیں یہ تعلیم دی کہ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْھُم. وَ نَحْنُ لَہٗ مُسْلِمُوْن.

(آل عمران:85)

یعنی تم اے (مومنو!) یہ کہو کہ ہم دُنیا کے تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں۔ اور ان میں تفرقہ نہیں ڈالتے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو رد کر دیں۔ اگر ایسی صلح کار کوئی اور الہامی کتاب ہے تو اس کا نام لو قرآن شریف نے خدا کی عامہ رحمت کو کسی خاندان کے ساتھ مخصوص نہیں کیا۔ اسرائیلی خاندان کے جتنے نبی تھے کیا یعقوب اور کیا اسحٰق اور کیا موسیٰ اور کیا داؤد اور کیا عیسیٰ سب کی نبوت کو مان لیا اور ہر ایک قوم کے نبی خواہ ہند میں گذرے ہیں اور خواہ فارس میں کسی کو مکار اور کذاب نہیں کہا بلکہ صاف طور پر کہہ دیا کہ ہر ایک قوم اور بستی میں نبی گذرے ہیں اور تمام قوموں کے لئے صلح کی بنیاد ڈالی۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 459 تا 460)

جس طرح ہمارا دین کسی مذہبی پیشوا پر نہ حملہ کرتا ہے اور نہ اس کی تعلیم دیتا ہے اسی طرح تمام دنیا کو چاہیے کہ وہ بھی ہمارے پیارے نبی رحمۃ للعالمین ﷺ کا احترام کریں کیونکہ اس کے بغیر مسلم دنیا کے ساتھ پائیدار تعلقات استوار نہیں ہوسکتے۔ آج کل بھی دنیا میں بعض حلقوں کی طرف سے بانی اسلام ﷺ کے خلاف منفی پروپیگنڈہ کیا جارہا ہے۔ آزادیٔ اظہار کے ان نام نہاد علمبرداروں کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ طریق دنیا میں پائیدار امن اور مذہبی ہم آہنگی کے رستے میں بہت بڑی روک ہے۔ حضرت بانی جماعت احمدیہ دنیا کو اس حوالہ سے نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

صدق سے میری طرف آؤ

’’اے عزیزو!! قدیم تجربہ اور بار بار کی آزمائش نے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ مختلف قوموں کے نبیوں اور رسولوں کو توہین سے یاد کرنا اور اُن کو گالیاں دینا ایک ایسی زہر ہے کہ نہ صرف انجام کار جسم کو ہلاک کرتی ہے بلکہ رُوح کو بھی ہلاک کر کے دین اور دُنیا دونوں کو تباہ کرتی ہے۔ وہ ملک آرام سے زندگی بسر نہیں کرسکتا جس کے باشندے ایک دوسرے کے رہبرِ دین کی عیب شماری اور اِزالۂ حیثیتِ عرفی میں مشغول ہیں۔ اور ان قوموں میں ہرگز سچا اتفاق نہیں ہوسکتا جن میں سے ایک قوم یا دونوں ایک دوسرے کے نبی یا رشی اور اوتار کو بدی یا بدزبانی کے ساتھ یاد کرتے رہتے ہیں۔ اپنے نبی یا پیشوا کی ہتک سن کر کس کو جوش نہیں آتا۔ خاص کر (مومن) ایک ایسی قوم ہے کہ وہ اگرچہ اپنے نبی کو خدا یا خدا کا بیٹا تو نہیں بناتی مگر آنجنابؐ کو ان تمام برگزیدہ انسانوں سے بزرگ تر جانتے ہیں...... پس ایک سچے (مومن) سے صلح کرنا کسی حالت میں بجز اس صورت کے ممکن نہیں کہ اُن کے پاک نبی کی نسبت جب گفتگو ہو تو بجز تعظیم اور پاک الفاظ کے یاد نہ کیا جائے۔‘‘

(پیغام صلح، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 452)

آنحضرت ﷺ کے عاشقِ صادق حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام جو اس زمانے میں مذہبی رواداری کے علمبردار ہیں، کی جماعت کو موجودہ زمانہ میں یہ امتیاز حاصل ہے کہ آج دنیا

کے پردہ پر صرف یہی دینی جماعت ہے جو مذہبی رواداری پر نہ صرف مکمل طور پر عمل پیرا ہے بلکہ اس کے فروغ میں بھی دن رات کوشاں ہے۔ آج دنیا میں کہیں بھی اس حوالہ سے کوئی مذاکرہ ہو یا کسی کانفرنس کا انعقاد ہو اس میں جماعتِ احمدیہ کو دین کی اس خوبصورت تعلیم کو لوگوں کے سامنے پیش کرنے کے لیے بطورِ خاص بلایا جاتا ہے۔ 2012ء میں بالخصوص سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کے بڑے بڑے ایوانوں میں کیا امریکہ اور کیا یورپی ممالک میں اپنے خطابات میں دنیا کے لیڈروں کو اس خوبصورت اور دلنشین تعلیم سے آگاہ فرمایا۔ پس اگر قومیں مذہبی ہم آہنگی اور رواداری کو فروغ دینا چاہتی ہیں تو انہیں حضرت حکم عدل کے بتائے ہوئے روادارانہ اصولوں پر عمل کرنا ہوگا کیونکہ سب کی عافیت اسی میں ہے کہ:

”صدق سے میری طرف آؤ اسی میں خیر ہے
ہیں درندے ہر طرف مَیں عافیت کا ہوں حصار“

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 145)

دُعا کا ہتھیار

گرتا ہے جہاں خون شہیدانِ وفا کا
اُگتا ہے وہیں نخل ترقی کا بقا کا

جاتا ہے کہاں زاغِ سِتم اوجِ فلک تک
کٹ جاتے ہیں پَر اِذن جب ہوتا ہے خدا کا

طاقت پہ بھروسہ ہے عبث دُشمنِ نادان
سب کچھ ہی اُچک لیتا ہے پنجہ یہ قضا کا

لب پر ہو دُرود اور نظر سوئے خدا
انداز کہیں دیکھا ہے یہ صبرو رضا کا

ہم ہی تو سپاہیانِ محمدؐ ہیں بلا شک
ہاتھوں میں ہے ہتھیار توقیؔر دُعا کا

سید اسرار احمد توقیؔر

قیامِ امن

”کچھ غور کریں کہ کب تک (مومنوں) کی کمزور حالت کا رونا رو کر، صرف ظاہری جلسے جلوس کر کے یا پھر دہشت گردی کر کے اپنے آپ کو (دین حق) کی خدمت کا فرض اور حق ادا کرنے والا سمجھتے رہیں گے۔ کب تک دشمن کو اپنی بے نتیجہ اور ظالمانہ کارروائیاں کر کے (دین حق) پر حملے کرنے کے مواقع فراہم کرتے رہیں گے۔ پس چاہے (مومن) ممالک کی بدامنی اور بے سکونی اپنے ملکوں میں ایک دوسرے پر ظلم کی وجہ سے ہو یا (۔) دشمن طاقتوں کے (مومنوں) پر ظلم کرنے کی وجہ سے ہو، اس کا حل اور قیامِ امن کا علاج اور (مومنوں) کے رعب کو دوبارہ قائم کرنے کی طاقت صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئے ہوئے اُس فرستادہ کے پاس ہے جو آنحضرت ﷺ کا عاشقِ صادق اور آپؐ کی تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کے مشن کیلئے مقرر کیا گیا ہے۔...... اس وقت (مومنوں) نے اگر اپنی اکائی منوانی ہے، اپنی ساخت کو قائم کرنا ہے، (دین حق) کو غیروں کے حملوں سے بچانا ہے، دنیا کو (دین حق) کا پیغام پہنچا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے تو پھر شیعہ سنّی کے فرق کو مٹانا ہوگا۔ آپس کے، فرقوں کے، گروہ بندیوں کے فرق کو مٹانا ہوگا۔“ (خطبہ جمعہ 23 نومبر 2012ء)

یادِ رفتگان

مکرم فضل الرحمٰن خانصاحب سابق امیر ضلع راولپنڈی

خلافت کے فدائی اور جان نثار وجود تھے اور اشاروں پر چلنا جانتے تھے

خلافت سے آپ کا کامل وفا، پیار اور اطاعت کا تعلق تھا

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 2 نومبر 2012ء کے خطبہ جمعہ میں آنمکرم کا ذکر خیر کرتے ہوئے فرمایا:

ابتدائی تعارف و خدمات

"محترم فضل الرحمٰن خان صاحب ہیں جو امیر ضلع راولپنڈی تھے۔ ان کی 29/ اکتوبر 2012ء کو مختصر علالت کے بعد تراسی سال کی عمر میں وفات ہوگئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ ان دنوں میں یہیں تھے۔ جلسے پر آئے تھے۔ اُس کے بعد پھر ان کو میں نے کہا کچھ دیر رُک جائیں۔ بیماری تو ان کی کافی لمبا عرصہ سے چل رہی تھی لیکن ماشاء اللہ ذہن بالکل اَلرٹ (Alert) تھا اور بڑی ہمت سے انہوں نے امارت کی ذمہ داریاں سنبھالی ہیں۔ یہ مکرم مولوی عبدالغفور صاحب کے بیٹے تھے جنہوں نے خلافتِ ثانیہ میں بیعت کی تھی۔ لیکن مکرم فضل الرحمٰن صاحب پیدائشی احمدی تھے۔ ابتدائی تعلیم انہوں نے پارہ چنار سے حاصل کی۔ مڈل اور میٹرک کے امتحانات بھی اعزاز کے ساتھ پاس کئے۔ پھر 1948ء میں اسلامیہ کالج پشاور میں داخلہ لیا۔ 51-50ء میں ایف ایس سی کا امتحان پاس کیا۔ اس کے بعد پنجاب کالج آف انجنیئر نگ اینڈ ٹیکنالوجی لاہور میں داخلہ لیا اور 54-1953ء میں بی ایس سی ملینیکل انجنیئر نگ اور سول انجنیئر نگ کے امتحان پاس کئے۔ مختلف سرکاری اور پرائیویٹ اداروں میں یہ اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ انجنیئر نگ کالج میں تحصیل علم کے دوران حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (۔) نے آپ کو احمدیہ انٹر کالجیئٹ ایسوسی ایشن کا پریذیڈنٹ مقرر فرمایا تھا۔ اور یہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ غیر احمدی سٹوڈنٹس کے ساتھ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی ایک میٹنگ ارینج (Arrange) کی اور جب آ کے اطلاع کی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے فرمایا کہ مَیں تو بڑا مصروف ہوں لیکن انہوں نے بتایا کہ ہم تو اطلاع کر چکے ہیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (نور اللہ مرقدہ) نے کہا: ٹھیک ہے مَیں لاہور آؤں گا اور ان کو کہا کہ انتظام کرو اور انہوں نے انتظام کیا۔ امیر جماعت لاہور کو بعد میں پتہ لگا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی لاہور تشریف لا رہے ہیں۔ بہر حال یہ اُس زمانے سے جماعت کے کاموں میں انوالو (Involve) تھے۔ ملازمت کے سلسلے میں حیدر آباد رہے۔ وہاں کے قیام کے دوران اور خلیفۃ المسیح الثالث کے دور میں خدام الاحمدیہ میں انہوں نے قائد علاقہ خدام الاحمدیہ، پھر قاضی ضلع حیدر آباد کے طور پر بھی خدمت کی۔ اس کے علاوہ صدر حلقہ بھی رہے۔ سیکرٹری اصلاح وارشاد،

نائب امیر ضلع اور 1998ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ان کو بطور امیر شہر اور ضلع راولپنڈی مقرر فرمایا۔ خلافت اور نظام جماعت سے والہانہ عشق تھا۔ ہر محفل میں آپ کی گفتگو کا محور جماعتی واقعات، (رفقاء) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے واقعات اور خلفائے احمدیت ہوتے تھے۔ ہمیشہ خلافت کی اطاعت اور خلیفہ وقت سے مضبوط تعلق کی تاکید اپنی اولاد کو کرتے رہے۔ انتہائی دعا گو انسان تھے۔ بچے کہتے ہیں کہ روزانہ صبح گھر سے نکلنے سے پہلے سب کو بٹھا کر دعا کروایا کرتے تھے اور انہوں نے شروع سے ہی یہ طریق رکھا ہوا تھا۔ پچھلے چند دنوں میں جب یہ ہسپتال میں رہے ہیں تو وہاں بھی غنودگی کی حالت سے جب باہر آتے تھے تو پھر بچوں کو یہی کہتے تھے کہ اب ہاتھ اُٹھا کے دعا کر لو۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔ بیٹے سارے ملک سے باہر ہی ہیں اور بیٹیاں بھی باہر ہیں۔ ان کی بڑی ہمشیرہ وفات پا گئی تھیں تو ان کے بچے چھوٹے تھے۔ ان کی پرورش انہوں نے کی۔ بلکہ ان کی بچیوں میں سے ایک بچی کو دو دفعہ بڑا صدمہ ہوا تو اس کا بڑا خیال رکھا۔ ان کی جو بھانجی تھی اس کی شادی انہوں نے نوابشاہ یا سانگھڑ میں کی۔ وہاں ان کی بھانجی کے جو خاوند تھے اُن کو شہید کر دیا گیا۔ پھر دوسری شادی اُن کے بھائی پیر حبیب صاحب کے ساتھ کی تو اُن کو بھی کچھ عرصے کے بعد شہید کر دیا گیا۔ اس طرح ان کی بھانجی کو دو دفعہ بیوگی کو دیکھنا پڑا اور دونوں دفعہ شہداء کی بیوہ بنی ہیں۔

جماعت کا ہر رکن انکی شفقت سے فیضیاب تھا

ان کے متعلق قائمقام امیر راولپنڈی مبارک احمد صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کا ہر رکن خواہ وہ چھوٹا ہے یا بڑا، مرد ہے یا عورت، آپ کی شفقت بے پایاں سے ذاتی طور پر فیضیاب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے شمار قائدانہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ انہی خداداد صلاحیتوں کا نتیجہ تھا کہ آپ کے دورِ امارت میں جو نومبر 1998ء سے شروع ہوا، جماعت راولپنڈی نے اموال ونفوس کے لحاظ سے ہر شعبے میں نمایاں ترقی کی اور راولپنڈی کا شمار ملک کی جو اچھی جماعتیں ہیں، اُن میں ہونے لگا۔ مجموعی طور پر آپ کی جماعتی خدمات کا عرصہ نصف صدی یا پچاس سال کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے جو خلافت ثانیہ سے شروع ہوتا ہے۔ متعدد مرکزی کمیٹیوں کے ممبر رہے۔ آپ کے دورِ امارت میں تاریخ احمدیت راولپنڈی کی تدوین اور اشاعت کا کام ہوا۔ اس کے لئے آپ کو بڑھاپے اور مختلف عوارض کے باوجود کئی روز مسلسل گھنٹوں بیٹھنا پڑا اور اس تاریخی دستاویز کو ایک ایک کر کے لفظ بہ لفظ پڑھا، سنا اور پھر اس کے منظوری دی۔ اسی طرح صد سالہ خلافت جوبلی کے موقع پر جماعت احمدیہ راولپنڈی کو ایک دیدہ زیب اور منفرد خلافت جوبلی سووینئر شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اس کا تمام تر سہرا بھی آپ کے سر ہے کیونکہ آپ نے اس اہم کام میں ذاتی دلچسپی لی اور مضمون نگار حضرات کو اور خواتین کو ذاتی طور پر فون کر کے مضامین لکھوائے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا 1998ء میں خلیفۃ المسیح الرابع نے آپ کو جماعت راولپنڈی کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ اس سے قبل آپ کو تقریباً ساڑھے چار سال تک نائب امیر کے طور پر بھی خدمات بجا لانے کی توفیق ملی۔ امارت کی یہ تبدیلی بھی بوجوہ ہوئی تھی تو اُس وقت مَیں ناظر اعلیٰ ہوتا تھا اور اُس زمانے میں یہ میرے علم میں تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے ساتھ انہوں نے قائد خدام الاحمدیہ کی حیثیت سے

> **غریبوں، ضرورتمندوں، یتیموں، بیواؤں اور مستحق طلباء کا بہت خیال رکھتے۔ عزیز رشتہ داروں، مختلف پریشان حال اور مالی بحران سے متاثرہ خاندانوں کی مدد اور رہنمائی کرتے**

کام کیا ہے جبکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ صدر خدام الاحمدیہ ہوتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے مجھے لکھا کہ امیر ضلع کے لئے، امیر پنڈی شہر کے لئے کوئی نام تجویز کرو۔ زیادہ نام تو اس وقت میرے سامنے نہیں تھے تو مَیں نے انہی کا ایک نام بھیجا تھا جس کو فوری طور پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے منظور فرمایا اور فرمایا کہ ہاں ان کو میں جانتا ہوں، یہ انتظامی لحاظ سے بھی بڑے اچھے کام کرنے والے ہیں اور ویسے بھی اخلاص و وفا کے لحاظ سے بڑے اچھے ہیں، انشاء اللہ تعالیٰ کام سنبھالیں گے۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے پھر خوب کام سنبھالا۔

خلافت کے فدائی اور جان نثار وجود تھے

زندگی کے آخری دن تک مفوضہ ذمہ داریوں کو انتہائی احسن رنگ میں نبھایا ہے اور خلافت کے فدائی اور جان نثار وجود تھے اور اشاروں پر چلنا جانتے تھے۔ اس کو ایک سعادت سمجھتے تھے اور صرف جماعتی کاموں میں نہیں بلکہ میں نے ذاتی معاملات میں بھی دیکھا ہے......

ڈاکٹر نوری صاحب سے ان کا بڑا تعلق تھا۔ وہ لکھتے ہیں کہ ان کا میرے ساتھ تعلق مختلف حیثیتوں سے تھا۔ قریبی دوست بھی تھے اور ڈاکٹر کی حیثیت سے ان کے ڈاکٹر بھی تھے۔ اور ڈاکٹر صاحب نے ان کے نائب امیر کے طور پر بھی ان کے ساتھ کام کیا۔ کہتے ہیں ہر لحاظ سے میں نے ان کو دیکھا ہے۔ یہ فضل الرحمن صاحب بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ خدا تعالیٰ سے بہت ڈرنے والے، ہر قسم کے حالات میں ہمیشہ اُسی پر توکل رکھنے والے، خلافت سے آپ کا کامل وفا، پیار اور اطاعت کا تعلق تھا۔ جب بھی خلیفہ وقت کا ذکر ہوتا تو آپ کی آواز بھرّا جاتی اور آنکھوں سے آنسو رواں ہو جاتے۔ ان کا اوڑھنا بچھونا صرف اور صرف جماعت کی خدمت تھا۔ ان کو بہت سی بیماریاں لاحق تھیں اور ویل چیئر استعمال کرتے تھے لیکن اس کے باوجود دینی خدمات کے لئے بہت محنت کیا کرتے تھے۔ آخری دو تین سال تو ویل چیئر پر تھے۔ کبھی شکوہ نہ کرتے تھے اور کبھی ماتھے پر بل نہ لاتے تھے۔ غریبوں، ضرورتمندوں، یتیموں، بیواؤں اور مستحق طلباء کا بہت خیال رکھتے تھے۔ عزیز رشتہ داروں، مختلف پریشان حال اور مالی بحران سے متاثرہ خاندانوں کی مدد اور رہنمائی کیا کرتے تھے۔

قائد خدام الاحمدیہ ضلع راولپنڈی لکھتے ہیں کہ محترم امیر صاحب ایک منفرد شخصیت کے مالک تھے۔ آپ انتہائی ملنسار، غریب پرور، ہمیشہ راضی بقضاء رہنے والے، خلافت سے دلی محبت رکھنے والے، صابر و شاکر بزرگ انسان تھے۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی حقیقی تصویر تھے۔ کہتے ہیں کہ خاکسار کو محترم امیر صاحب کے بہت قریب رہنے کا موقع ملا۔ ان کی شفقت اور محبت ایک باپ سے بڑھ کر تھی۔......

یہ لکھتے ہیں کہ خاکسار کو بھی جس حد تک ہو سکا ایک بیٹے کی طرح اُن کے زیرسایہ جماعت کی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ اور یہ سب جو ان کی خوبیاں بیان ہو رہی ہیں، ان میں مَیں نے دیکھا ہے کہیں بھی کوئی مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاید کوئی کمی رہ گئی ہو۔ قائد صاحب لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امیر صاحب کو قیادت اور امارت کی قائدانہ صلاحیتوں سے بھی خوب نوازا تھا۔ آپ کو ہر عہدیدار اور کارکن سے اُس کی اہلیت اور قابلیت اور طاقت کے مطابق کام لینے کا سلیقہ اور

ڈھنگ آتا ہے اور ہر عہدے دار بلکہ جماعت کا ہر فرد آپ کے ہر حکم اور ارشاد کی تعمیل بجالا کر خوشی محسوس کرتا اور اپنے لئے ایک اعزاز سمجھتا تھا۔ خدام الاحمدیہ سے ان کی شفقت بھی ایک باپ سے بڑھ کر تھی۔ خاکسار کو یہ کہنے میں کوئی وہم نہیں کہ خدام الاحمدیہ راولپنڈی نے جو پچھلے دس سالوں میں غیر معمولی ترقی اور مضبوطی حاصل کی ہے اس میں محترم امیر صاحب کا سب سے بڑا حصہ ہے۔

احباب جماعت سے محبت

پھر لکھتے ہیں کہ احباب جماعت سے محبت اور ان کی تکلیف کا بہت زیادہ خیال فرماتے تھے۔ 28 رمئی کے بعد امیر صاحب نے خدام الاحمدیہ راولپنڈی کے ذمہ کافی کام لگائے جن میں کنسٹرکشن اور سکیورٹی کے کام بھی شامل تھے۔ ان امور میں بہت زیادہ اخراجات بھی ہوئے لیکن کبھی امیر صاحب نے اس بات کی پرواہ نہ کی۔ ایک موقع پر راولپنڈی کے ایک احمدی عہدیدار نے ان خدشات کا اظہار کیا کہ امیر صاحب روپیہ بہت خرچ ہو رہا ہے جس پر امیر صاحب نے کہا کہ ایک احمدی کی جان کے مقابل پر لاکھوں روپیہ بھی کوئی معنے نہیں رکھتا۔ اگر کسی احمدی کی جان چلی جائے تو ہم خلیفۂ وقت کو کیا جواب دیں گے کہ چند لاکھ روپے کی خاطر ہم نے یہ انتظام نہیں کیا تھا۔ راولپنڈی شہر کے حالات کی خرابی کے بعد جب حلقہ جات میں نماز جمعہ کی ادائیگی شروع ہو گئی......تو مختلف حلقوں میں جمعہ پڑھا جاتا ہے۔......اس بات کا ان کو بہت شدت کے ساتھ احساس تھا کہ جماعت کے ساتھ رابطہ نہیں ہو رہا۔ جماعت ایک جگہ جمع ہو جاتی ہے تو امیر جماعت کو بہرحال ہدایات دینے اور اُن کی رہنمائی کرنے، اور اُن کی باتیں سننے سمجھنے کا موقع مل جاتا ہے۔ لیکن وہاں تو دفتر تک میں بیٹھنے کی اجازت نہیں تھی، ہر چیز سیل (Seale) کر دی گئی تھی۔ کہتے ہیں خاکسار کو ہدایت تھی کہ کسی نہ کسی حلقے میں بندوبست کروائیں اور اُنہیں جمعہ کے لئے لے کر جائیں۔ امیر صاحب نے قائد صاحب کو کہا ہوا تھا کہ کیونکہ اب ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے، اس لئے فضل الرحمٰن صاحب بطور امیر مختلف جگہوں پر جایا کریں گے تاکہ لوگوں کے ساتھ رابطہ قائم رہے۔ کہتے ہیں لیکن مَیں کوشش کرتا تھا کہ ایسی جگہ نہ لے کر جاؤں جہاں سیڑھیاں چڑھنی پڑھیں کیونکہ اُن کو گھٹنوں کی تکلیف تھی۔ ایک بار انہوں نے خود ہی کہا کہ بیت الحمد مری روڈ کا پروگرام بنائیں۔ اس پر قائد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ امیر صاحب وہاں تو بہت سیڑھیاں ہیں اور آپ کو بہت تکلیف ہو گی۔ لیکن امیر صاحب نے کہا کہ نہیں، کچھ نہیں ہوتا، دوستوں سے ملے بہت وقت ہو گیا ہے۔ پھر مرکزی عہدیداروں کا بھی بڑا احترام تھا۔ یہ بھی امراء کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مرکزی عہدیداروں کو عزت و احترام دیں۔ گو اُن کا مطالبہ کوئی نہیں اور نہ کسی مرکزی عہدیدار کے دل میں خیال آنا چاہئے کہ مجھے عزت و احترام ملے۔ لیکن جماعتوں کا، افراد کا، جماعتی عہدیداروں کا، امراء وغیرہ کا کام ہے کہ اس بات کا خیال رکھا کریں۔ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ صدر صاحب خدام الاحمدیہ پنڈی آئے ہوئے تھے تو انہوں نے کہا کہ مَیں نے ملاقات کرنی ہے۔ صدر صاحب نے کہا کہ مَیں آ جاؤں گا مجھے وقت بتا دیں۔ تو انہوں نے کہا نہیں، آپ نہیں آئیں گے۔ آپ وہیں رہیں جہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، مَیں آپ کو ملنے کے لئے خود آؤں گا۔ پھر جب یہاں آئے ہیں تو پنڈی جماعت کی بڑی فکر تھی۔ مستقل رابطہ قائد صاحب سے رکھا ہوا تھا اور اُن کی رہنمائی کرتے رہتے تھے۔"

(خطبہ جمعہ 2 نومبر بحوالہ الفضل انٹرنیشنل 23 تا 29 نومبر 2012ء)

غزل

(کلام ڈاکٹر فہمیدہ منیر صاحبہ)

جسے حسنِ دیوانگی کہہ سکوں مجھے ایک ایسا جنوں چاہیئے
ترے نام سے مجھ کو نسبت رہے نہیں اور اس کے بدوں چاہیئے

میں کاش ایک ایسا بھی سجدہ کروں جو درگاہ میں تیری مقبول ہو
وہ سجدہ کہ جو کچھ سکوں دے سکے۔ سکوں چاہتی ہوں سکوں چاہیئے

مرے سر کو جھکنے کی عادت رہے دھڑکتا رہے دل ترے نام پر
مرا دل ہو سجدہ کی حالت میں بس ضروری نہیں سرنگوں چاہیئے

رواں تو ہیں آنکھوں سے آنسو مگر تڑپ ان میں دل کی بھی شامل کر دو
جواب آئے گا تیرے نالوں کا بھی ذرا کچھ تو سوزِ دروں چاہیئے!

میں عظمتؔ پکارا کروں گی اسے کسی دن تو اس کا جواب آئے گا
یہ مانا ہے اشکوں کی قیمت بہت، ذرا اس میں کچھ رنگِ خوں چاہیئے!

''غلام قادر فصیح، احوال وآثار''......محاکمہ

(مکرم عاصم جمالی صاحب جھنگ)

تعارف

جناب منشی غلام قادر فصیح صاحب پر مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور کی شائع کردہ کتاب ''غلام قادر فصیح ،احوال وآثار''(نومبر 2007ء) ڈاکٹر عظمت رباب کے پی ایچ ڈی کا موضوع تھا۔تاہم بوجوہ یہ موضوع بدلنا پڑا۔اس بارے میں موصوفہ نے ڈاکٹر محمد اشرف خان کی نگرانی بہت سا بنیادی کام کرلیا تھا۔اس کام کو ڈاکٹر وحید قریشی صاحب کی زیر ہدایت کتابی صورت میں مرتب کردیا گیا۔[۱] یہ غلام قادر فصیح وہی صاحب ہیں جو حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے معتقد رہے۔کتاب زیر نظر کے مطالعہ سے چند ایسے امور کا پتہ چلا ہے جن کا حقیقت سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے جو موصوفہ نے محترمہ سعیدہ احسن (غلام قادر فصیح کی پوتی) اور مولوی ظفر اقبال کی بیٹی) کی روایتوں [۲] اور ''مولانا ظفر اقبال حیات وخدمات'' مصنفہ عروبہ سعید قریشی (غیر مطبوعہ) وغیرہ کے مقالات میں درج معلومات کو بلاتحقیق قبول کرنے سے کیا ہے۔ان امور کے بارے میں کچھ حقائق پیش ہیں۔حیرت ہے ڈاکٹر وحید قریشی اور ڈاکٹر محمد اشرف خان ایسے محققین پر کہ ان کی نگرانی میں یہ مقالہ لکھا گیا مگر انہوں نے روایتوں کو درایت کی کسوٹی پر پرکھنے کا مشورہ نہ دیا!! فاضل مضمون نگار نے اپنے محاکمہ میں حقائق کی روشنی میں موصوفہ کے نظریات کا رد کیا ہے۔

حضرت مسیح موعود کا قیام سیالکوٹ اور منشی غلام قادر فصیح صاحب

ڈاکٹر عظمت رباب صاحبہ نے محترمہ سعیدہ احسن کی روایت سے درج کیا ہے کہ۔

''سیالکوٹ میں غلام قادر فصیح کے گھر کے قریب ہی مرزا غلام احمد قادیانی کا گھر تھا جہاں بیٹھک ہوتی تھی۔چونکہ فصیح صاحب یار باش آدمی تھے اس لئے مرزا قادیانی سے بھی میل جول بہت زیادہ تھا۔مرزا کی بھی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔غلام قادر فصیح بھی مرزا سے بہت متاثر تھے۔اس لئے مرزائیت کے حق میں چند کتابیں لکھیں اور مرزا قادیانی کے ساتھ ان کے حمایتی کے طور پر مناظروں میں بھی شریک ہوتے رہے۔۔۔''[۳]

اس اقتباس سے جو باتیں مترشح ہیں ان میں:

1۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے گھر پر بیٹھک ہوتی تھی۔سیالکوٹ میں غلام قادر فصیح صاحب کا گھر حضرت مرزا صاحب کے گھر کے قریب تھا۔

2۔فصیح صاحب یار باش آدمی تھے اس لئے حضرت مرزا صاحب سے میل جول بہت زیادہ تھا۔

3۔حضرت مرزا صاحب کی بھی ان پر خاص نظر عنایت تھی۔

4۔فصیح صاحب حضرت صاحب سے بہت متاثر تھے۔انہوں نے احمدیت کے حق میں چند کتابیں لکھیں اور حضرت مرزا صاحب کے حمایتی کے طور پر مناظروں میں شریک ہوئے۔

ان امور کے بارے میں چند وضاحتیں ریکارڈ کی درستی کیلئے پیش ہیں۔

1۔مولوی میر حسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ ''حضرت مرزا صاحب پہلے محلہ کشمیریاں میں اس عاصی پر معاصی (مولوی میر حسن) کے غریب خانہ کے بہت قریب تھے۔عمرا کشمیری کے مکان پر کرایہ پر رہا کرتے تھے۔''

''اس کے بعد وہ مسجد جامع کے سامنے ایک بیٹھک میں بمع منصب علی حکیم کے رہا کرتے تھے ..... بیٹھک کے قریب ایک شخص فضل دین نام بوڑھے دوکاندار تھے جورات کو بھی دوکان پر رہا کرتے تھے۔ان کے اکثر احباب شام کے بعد ان کی دوکان پر آجاتے تھے۔ چونکہ شیخ صاحب پارسا آدمی تھے اس لئے جو وہاں شام کے بعد آتے۔سب اچھے ہی آدمی ہوتے تھے۔کبھی کبھی مرزا صاحب بھی تشریف لایا کرتے تھے'' ۴

حضرت مرزا صاحب کے گھر پر کسی بیٹھک کا ہونا درست نہیں ہے بلکہ حضرت مرزا صاحب ایک دوسری جگہ کبھی کبھی تشریف لے جاتے تھے نہ کہ آپ کے گھر پر بیٹھک ہوتی تھی۔علاوہ ازیں جولوگ آپ سے گھر پر ملنے آتے تھے ان کے متعلق مولوی میر حسن تحریر کرتے ہیں:

''حسب عادت زمانہ صاحب حاجات جیسے اہلکاروں کے پاس جاتے ہیں ان کی (یعنی حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بھی آجایا کرتے تھے) اس عمرا مالک دوکان کے بڑے بھائی فضل الدین نام کو جو فی الجملہ محلّہ میں موقر تھا۔آپ (یعنی حضرت مرزا صاحب) بلاکر فرماتے میاں فضل الدین ان لوگوں کو سمجھا دو کہ یہاں نہ آیا کریں نہ اپنا وقت ضائع کیا کریں اور نہ میرے وقت کو برباد کیا کریں۔میں کچھ نہیں کرسکتا۔میں حاکم نہیں ہوں جتنا کام میرے متعلق ہوتا ہے کچہری میں ہی کرآتا ہوں" فضل الدین ان لوگوں کو سمجھا کر نکال دیتے'' ۵

یہاں تو معاملہ ہی اور ہے کہ کام سے آنے والوں سے آپ (حضرت مرزا صاحب) کا وقت برباد ہوتا ہے چہ جائیکہ کہ آپ کے گھر پر کوئی بیٹھک لگا کرے۔جبکہ حقیقت یہ ہے کہ گھر پر آپ کے جو معمولات تھے ان کے بارے میں مولوی میر حسن صاحب ہی تحریر کرتے ہیں کہ:

''(حضرت مرزا صاحب) کچہری سے جب تشریف لاتے تھے تو قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوتے تھے۔ بیٹھ کر کھڑے ہوکر، ٹہلتے ہوئے تلاوت کرتے تھے کہ اس کی نظیر نہیں ملتی''۔۶

غلام قادر فصیح صاحب کا گھر قریب ہوگا لیکن مولوی میر حسن صاحب جن کا گھر حضرت مرزا صاحب کے گھر کے بہت قریب تھا۔ان کے بیان سے ایسے لگتا ہے کہ جیسے دیوار سے دیوار ملی ہے یا دونوں گھروں میں واجبی سی حد بندی ہے۔جس سے حضرت مرزا صاحب کی اندرون خانہ مصروفیات کو ہمہ وقت دیکھا جاسکتا ہے۔ان کے بیان سے حضرت مرزا صاحب کے گھر پر کسی بیٹھک کا ہونا ثابت نہیں بلکہ یہاں تو نظارہ ہی کچھ اور ہے کہ حضرت مرزا صاحب ''صاحب حاجات'' کے آنے سے وقت کا ضیاع تصور کرتے تھے اور آپ کا گھر پہ وقت قرآن مجید کی تلاوت میں صرف ہوتا تھا نہ کہ کسی بیٹھک منعقد کرنے میں۔

بُعد المشرقین

2۔اسی طرح راوی کا یہ بیان ''فصیح صاحب یار باش آدمی تھے''فصیح صاحب یار باش یعنی خوش اخلاق تھے تو ٹھیک ہے ہوا کریں۔اس سے یہ قرینہ کیسے ثابت ہوا کہ''ان کا حضرت مرزا صاحب سے میل جول بہت زیادہ تھا۔''

غلام قادر فصیح صاحب کی پیدائش خود بقول صاحب کتاب:

غلام قادر فصیح تینوں بھائیوں احمد علی، محمد علی، اور غلام علی کے بعد 1860ء میں پیدا ہوئے۔۷ جبکہ حضرت مرزا صاحب کا سیالکوٹ میں قیام کا عرصہ 1864ء تا 1868ء ہے۔۸۔ اس وقت غلام قادر فصیح کی عمر چار سال بنتی ہے اور اگر اسے تا اختتام عرصہ قیام 1868ء شمار کیا جائے تو عمر 4 تا 9 سال بنتی ہے۔چار سے نو سال کے بچے کا''یار باش'' اور حضرت مرزا صاحب سے میل جول کا بہت زیادہ ہونا کس طرح ثابت ہوسکتا ہے جبکہ بچہ اس عمر تک بمشکل چوتھی کلاس تک پہنچا ہوتا ہے جس کا ایک انتیس سالہ نوجوان سے ''یار باشی'' اور ''بہت زیادہ میل جول'' ہونا عندالعقل ناقابل تصور و یقین ہے اس لئے روایت کا یہ حصہ بھی درایت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔لہٰذا خلاف امر واقعہ ہے جسے صرف ایک مضمون کو اٹھانے کیلئے برتا گیا ہے۔

3۔حضرت مرزا صاحب کی فصیح صاحب پر ''خاص نظر عنایت تھی'' یہ بات اس دور سے متعلق نہیں لگتی۔البتہ بعد کے دور سے ثابت ہوسکتی ہے۔

4۔ فصیح صاحب جو حضرت مرزا صاحب سے بہت متاثر تھے۔"احمدیت کے حق میں کتابیں لکھیں" اور مناظروں میں حمایتی کے طور پر شامل ہوئے۔ یہ ہر سہ امور بھی حضرت مرزا صاحب کے قیام سیالکوٹ کے دور کے بعد کے ہوسکتے ہیں نہ کہ حضرت مرزا صاحب کے قیام سیالکوٹ کے دور کے متعلق ہیں۔

فاضل مقالہ نگار نے اس روایت کو قبول کیا ہے تو احمدیت کے حق میں کتابوں کا نام بنام کا تذکرہ ہی کر دیتیں اور مناظروں میں حمایتی کے طور پر شمولیت کا اچٹتا سا ہی ذکر اذکار کر دیتیں تو بات تھی لیکن موصوفہ نے "غلام قادر فصیح کی تصانیف کا جائزہ" میں ایک پورا باب دوم باندھا ہے اور احمدیت کی حمایت میں لکھی جانے والی کتابوں کا سرے سے ذکر تک نہیں کیا۔

غلام قادر فصیح صاحب کی احمدیت کے حق میں تصانیف؟

ساری کتاب میں کہیں نہیں کُھلتا کہ غلام قادر فصیح کی احمدیت کے حق میں کونسی تصانیف تھیں البتہ جیسا کہ اوپر کی "روایت" سے مصنفہ نے اپنے مضمون کو آگے بڑھایا ہے۔ اسی طرح اس روایت میں راوی کی چند بے ثبوت باتوں کا ذکر کر کے (جنہیں بعد میں درج کیا جاتا ہے) ایک بات فصیح صاحب کے بارے میں ایک دوسرے مقالہ نگار کے حوالے سے درج کی ہے۔

’’ان کے اپنے جو بھی مذہبی نظریات وعقائد تھے ان کے مطابق وہ غلام احمد سے ذہنی طور پر زیادہ قریب تھے۔ اپنے نظریات و افکار کا بیان اور اس کیلئے دلائل دینا اور چند کتابیں لکھنا ان کے اپنے نظریات کا بیان تھا نہ غلام احمد قادیانی کے رَد کے طور پر۔ اس کے علاوہ حقائق سے یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ غلام احمد قادیانی زیادہ تر ہندوؤں اور عیسائیوں سے مناظرے کرتے تھے۔" 9 لیکن اس سے قبل مصنفہ نے زیر حوالہ جو روایت لی ہے اس کا اگلا حصہ بھی درج کیا جاتا ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے۔

جناب غلام قادر فصیح کے بارہ بے ثبوت باتیں

مناظروں میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے ساتھ حمایتی کے طور پر شرکت کے تذکرے کے بعد راوی مذکورہ بالا بیان کرتی ہیں:۔

’’لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کا علم وفضل ان کی ہدایت بن کر سامنے آیا۔ ایک دن بھری محفل میں فصیح صاحب نے مرزا قادیانی سے کہا کہ مرزا صاحب آپ سے ایک بات پوچھنی ہے۔ انہوں نے کہا کہ پوچھئے جی پوچھئے۔ دریافت کیا کہ تاریخ میں جو لکھا ہے کہ پیغمبروں کی شکل وصورت میں ایک خاص رعب و دبدبہ اور جلال ہوتا ہے لیکن کیا بات ہے کہ آپ میں پیغمبرانہ شان نظر نہیں آتی؟ اس بات کا کوئی تسلی بخش جواب مرزا سے نہ بن پڑا اور وہ محض یہ کہہ کر رہ گیا کہ "اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے دل کی آنکھیں کھول دے"۔ اور پھر واقعی دل کی آنکھ کھل گئی اور ہدایت یوں نصیب ہوئی کہ ہاتھ میں قلم کی طاقت تو پہلے ہی موجود تھی، چھاپہ خانہ بھی اپنا تھا۔ مرزا قادیانی اور اس کی قادیانیت کے خلاف اتنا لکھا کہ پچھلے سارے دھونے دھل گئے‘‘۔

اب اسے صرف ایک بے بصر کی بے تکی بات کے علاوہ اور کیا کہا جائے! حضرت اقدس مرزا صاحب نے اس روایت میں درج جو کلمات فرمائے تھے وہ بقول راوی یہ ہے:

’’اللہ تمہیں ہدایت دے اور تمہارے دل کی آنکھیں کھول دے۔‘‘

اگرچہ یہاں کئی غیروں کی چشمدید گواہیاں پیش کی جاسکتی ہیں اور ایسے عقیدت مند سینکڑوں میں تھے لیکن جن کے دل کی آنکھیں کھل چکی تھیں ان کا حال ملاحظہ ہو۔ حضرت مفتی محمد صادق صاحب بھیروی نے احوال واقوال حضرت مسیح موعود کے تحت درج کیا ہے کہ:

’’26 دسمبر 1907ء کی صبح کو حضرت اقدس باہر سیر کے واسطے تشریف لے چلے۔ احباب جوق در جوق ساتھ ہوئے۔ عاشق پروانہ کی طرح زیارت کے واسطے آگے بڑھتے تھے۔ اس قدر ہجوم تھا کہ سیر کو جانا مشکل ہوگیا۔ تا کہ نو واردین مصافحہ کر لیں۔ قریباً دو گھنٹہ تک آپ کھڑے رہے اور عشاق آگے بڑھ بڑھ کر آپ کا ہاتھ چومتے رہے۔ اس وقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ سب سے پہلے میں آگے بڑھوں اور زیارت کروں اور ایسے موقع پر بدن کی بوٹیاں بھی اُڑ جائیں تو پرواہ نہ

کر۔ ایک صاحب بولے کہ لوگوں کو بہت تکلیف ہے اور خود حضرت ایسے گردوغبار میں اتنے عرصہ سے تکلیف کے ساتھ کھڑے ہیں۔ میں (مفتی محمد صادق) نے کہا لوگ بیچارے سچے ہیں کیا کریں تیرہ سو سال بعد ایک...... چہرہ دنیا میں نظر آیا ہے پروانے نہ بنیں تو کیا کریں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کی وہ وحی یاد آ کر غالب اور سچے خدا کے آگے سر جھک جاتا تھا جس میں آج سے پچیس سال پہلے کہا گیا تھا کہ ''لوگ دور دور سے تیرے پاس آویں گے"۔ یہی بازار، یہی میدان تھے جن میں سے حضرت اکیلے گزر جاتے تھے اور کوئی خیال تک نہ کرتا تھا کہ کون گیا ہے اور یہی میدان ان ہزاروں آدمیوں سے بھر گئے ہیں جو صرف اس کی پیاری صورت دیکھنے کے عاشق ہیں۔ کاش کہ اب بھی مخالفین سوچیں اور غور کریں کہ کیا یہ انسان کا کام ہے''۱۱

لوگ حضرت مسیح موعود کی پیاری صورت دیکھنے کے عاشق تھے۔ پھر آپ کی رحلت کے بعد جب حضرت مرزا صاحب کی تصویر کو دیکھ کر لوگوں کی کیا رائے ہے ملاحظہ ہو:۔

۱۔ ڈاکٹر قاضی کرم الٰہی صاحب مرحوم کے لاہور قیام کے زمانے میں ایک انگریز آیا جو تصویر دیکھ کر قیافہ شناسی کا مدعی تھا (قاضی صاحب) نے حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر اس کے آگے رکھی اور اس سے پوچھا کہ اس شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے وہ بہت دیر تک اس تصویر کو دیکھتا رہا اور آخر اس نے کہا کہ کسی اسرائیلی پیغمبر کی تصویر ہے۔......''۱۲

۲۔ حضرت مفتی صاحب مزید بیان کرتے ہیں کہ:

1907ء میں موصوف مہاراجہ کی ملاقات کو ان کی کوٹھی پر گئے۔ میٹنگ روم میں ایک انگریز پہنچے جنہوں نے بیان کیا کہ میں مہاراجہ صاحب کا منجم ہوں۔ مفتی صاحب نے حضرت مسیح موعود کی تصویر اس کے آگے رکھی۔ جس کو بہت غور سے دیکھ کر اس نے کہا۔ ''یہ خدا کے کسی (مامور) کی تصویر ہے۔''۱۳

''مرزا صاحب.... کے خلاف اتنا لکھا کہ پچھلے سارے دھونے دھل گئے''

غلام قادر فصیح صاحب نے حضرت مرزا صاحب کے خلاف بقول راوی ''اتنا لکھا کہ پچھلے سارے دھونے دھل گئے''

اور خود ہی یہ بیان کرتی ہیں کہ غلام قادر فصیح صاحب حضرت مرزا صاحب کے ساتھ بطور حمایتی مناظروں میں شریک رہا کرتے تھے'' اور انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے حق میں چند کتابیں بھی لکھیں'' لیکن موصوفہ نے نہ ان امور کی تفصیل درج کی ہے جنہیں وہ ''دھونے'' یعنی غلط امور کا نام دیتی ہیں اور نہ ہی ''دھونے دھل جانے'' یعنی خلاف لکھے جانے والے امور کا تذکرہ کرتی ہیں۔

اس جگہ راوی ''پیغمبرانہ شان نہ نظر آنے پر'' مخالفت اختیار کرنے کا ذکر کرتی ہیں لیکن دوسری جگہ مصنفہ جناب رشید نیاز کی تاریخ سیالکوٹ کے حوالے سے لکھتی ہیں۔

''مرزا غلام احمد قادیانی کے خاص دوستوں میں سے تھے مگر (آپ) کے دعویٰ ...... کے بعد موصوف نے (غلام قادر فصیح نے) اپنے تعلقات بالکل منقطع کر لئے۔''۱۴

پھر موصوفہ نے غلام قادر فصیح صاحب کی خصوصیات و مشکلات کو رشید نیاز ہی کے حوالے سے درج کیا ہے جن میں سے چھٹے نمبر پر ہے کہ:

''بلا تعصب ہر فرقے اور ہر مذہب کے لوگوں سے ملتے تھے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ ...... کے بعد ان سے تعلقات منقطع کر لئے۔۱۵

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ غلام قادر فصیح نے اپنے تعلقات جن وجوہ سے منقطع کئے وہ کچھ اور ہیں نہ کہ حضرت مرزا صاحبؑ کا دعویٰ نبوت۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانیؑ کا دعویٰ نبوت 1882ء کا ہے جو اشاعت حصہ سوم براہین احمدیہ و الہام ماموریت "قل انی امرت انا اول المسلمین۔۱۶ اسے ہے اور تعلقات کے انقطاع کا واقعہ 1895ء کے بعد کا ہے۔ ایک اور مقام پر فصیح صاحب کے بارے میں درج ہے کہ:

''ایک دفعہ حضرت اقدس (حضرت مرزا صاحب) معہ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور غلام قادر صاحب فصیح لدھیانہ محلّہ اقبال گنج میں تشریف رکھتے تھے۔ دعویٰ مسیحیت ہو چکا تھا اور مخالفت کا زور تھا۔......''۱۷ لہذا دعویٰ نبوت اور اس پر ایک افسانہ

تراشا یہ راویہ کی ہی ایجاد ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں۔ اور اب بمصداق ع

کچھ ہم سے کہا ہوتا، کچھ ہم سے سنا ہوتا

غلام قادر فصیح صاحب کے سلسلہ سے متعلق حالات

جیسا کہ آغاز میں ذکر ہوا کہ جناب غلام قادر فصیح بھی حضرت اقدس علیہ السلام کے معتقد تھے۔ فصیح صاحب کے بارہ میں آپؑ فرماتے ہیں:

’’حبیّ فی اللّٰہ مولوی غلام قادر فصیح جوان، صالح، خوش شکل اور اس عاجز کی بیعت میں داخل ہیں۔ باہمت اور ہمدرد (۔) ہیں۔ قول فصیح جو مولوی عبدالکریم صاحب کی تالیف ہے اسی مرد باہمت نے اپنے مصارف سے چھاپی اور مفت تقسیم کی۔ قوتِ بیانی نئی طرز کے موافق بہت عمدہ رکھتے ہیں۔ اب ایک ماہواری رسالہ ان کی طرف سے نکلنے والا ہے جس کا نام الحق ہوگا۔ یہ رسالہ محض اس غرض سے جاری کیا جائے گا کہ تا اس میں وقتاً فوقتاً ان مخالفوں کا جواب دیا جائے...... خدا تعالیٰ اس کام میں ان کی مدد کرے۔‘‘ ۱۸

رسالہ الحق

جس ماہوار رسالہ کا ذکر حضرت مرزا صاحب نے فرمایا ہے اس کی نسبت زیر نظر کتاب کی مصنفہ لکھتی ہیں۔

یہ ماہوار رسالہ پنجاب پریس سیالکوٹ سے 1892ء میں شائع ہوا تھا۔ اس رسالے میں مذہبی مضامین شائع ہوتے تھے۔ ۱۹

اس عبارت کے ساتھ دیئے گئے حوالہ نمبر 123 (مقالہ ایم اے اردو ص 28) سے مترشح ہے کہ اس سے قبل دیئے گئے حوالہ "زیر نمبر 15۔ منشی غلام قادر فصیح، تحقیقی مقالہ ایم اے اردو، مقالہ نگار محمد صادق نگران ڈاکٹر وحید قریشی" سے معلومات لی گئی ہیں۔ جو روحانی خزائن جلد 4 میں مشمولہ کتب "الحق مباحثہ لدھیانہ" اور "الحق مباحثہ دہلی" کے مطابق سنین کے لحاظ سے درست نہیں۔

کیونکہ کتاب الحق۔ لدھیانہ و دہلی۔ یہ کتابی شکل میں قادیان سے 1903ء اور 1905ء میں شائع ہوئی تھیں۔ جس کے ٹائٹل پیج پر درج ذیل الفاظ "مباحثہ لدھیانہ جو کہ مابین حضرت اقدس مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوۃ والسلام و ابوسعید مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ہوا۔ (درمیان میں رسالہ کا نام جلی قلم سے "الحق" لکھا ہے) یعنی تصدیق اصول (۔) و تحقیق ملت قویمہ حضرت خیر الانام علیہ الصلوۃ والسلام کا ماہوار رسالہ بابت ماہ ذی الحجہ، محرم، صفر، ربیع الاول، ۱۳۰۹ ہجری المقدس مطابق جولائی، اگست، ستمبر، اکتوبر 1891 عیسوی مؤلفہ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی، انٹروڈکشن کے عنوان سے اول الذکر کی بابت مولوی عبدالکریم صاحب نے لکھا ہے:۔

’’اس مضمون پر ہمارے معزز و مکرم دوست منشی غلام قادر صاحب فصیح اپنے گرامی پرچہ پنجاب گزٹ کے ضمیمہ مورخہ 12 اگست میں پوری روشنی ڈال چکے ہیں۔ ....‘‘ ۲۰

اسی طرح ’’الحق مباحثہ دہلی‘‘ کے متعلق موصوف لکھتے ہیں۔

’’یہاں ہمیں ضرورت معلوم نہیں ہوتی کہ ہم دہلی کی کارروائی کے جزوی وکلی حالات مفصلاً لکھنے کی تکلیف اٹھائیں۔ اس امر کو ہمارے مکرم دوست منشی غلام قادر صاحب فصیح پنجاب گزٹ مورخہ 14 نومبر میں بڑی وضاحت اور صداقت سے شائع کر چکے ہیں۔‘‘ ۲۱

اس رسالہ کی جلد نمبر 1 کے انٹروڈکشن میں مؤلف حضرت مولوی عبدالکریم صاحب نے لکھا "ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ الحق آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ اپنے پراسپکٹس کے موافق مضامین شائع کیا کرے گا۔ درحقیقت یہ ایک صورت میں حضرت اقدس مرزا صاحب کی کارروائی کو جو سراسر صدق وصلاح پر مبنی ہیں ہر قسم کی ممکن اور محتمل غلط فہمیوں اور ناجائز نکتہ چینیوں سے محفوظ رکھنے کیلئے بڑی وضاحت سے بیان کیا کرے گا۔...." ۲۲ پھر اس کا دوسرا نمبر تو "الحق مباحثہ دہلی" کے نام سے چھپا مگر بعد کے شماروں کے چھپنے کی اطلاع نہیں ہے۔ اسی طرح اس رسالہ کو غلام قادر فصیح سے منسوب کرنے کا کوئی قرینہ نظر نہیں آتا نہ کہیں فصیح صاحب کا ذکر بطور مولف لکھا ہے اور نہ ہی بطور ایڈیٹر کے البتہ کئی مقامات پر مناظرے کی کارروائی کی وضاحت کیلئے بطور فٹ نوٹ وضاحتی یا جوابی تبصرہ جاتی فقرے لکھے ہوئے ہیں جن کے

آخر پر "ایڈیٹر" کے الفاظ درج ہیں جنہیں مؤلف کی طرف ہی منسوب کیا جاسکتا ہے نہ کہ کسی دوسرے کی طرف۔ جس امر کو مصنفہ نے مستعار حوالہ کے ساتھ لکھا ہے کہ "اس رسالے میں مذہبی مضامین شائع ہوتے تھے" ان کی تفصیل درج ذیل ہے۔

(1).... حضرت مسیح اسرائیلی، صاحبِ انجیل اپنے دوسرے بھائیوں (انبیاء علیہم السلام) کی طرح فوت ہو چکے ہیں۔ قرآن کریم ان کی وفات کی قطعی اور جزمی شہادت دے چکا ہے۔ اور

(2)۔ دوبارہ دنیا میں آنے والے ابن مریم سے مراد مثیل المسیح کے وجود سے ہے نہ مسیح اصیل سے اور

(3)۔ میں (یعنی حضرت مرزا صاحب۔ ناقل) مسیح موعود ہوں جو بشارات الٰہیہ کی بناء پر دنیا میں اصلاح خلق کیلئے آیا ہوں۔[۲۳]

جامع مسجد دہلی کے مباحثہ میں فصیح صاحب کی شرائط طے کرنے میں شرکت

''جامع مسجد دہلی کا واقعہ ہے۔ ظہر وعصر کی نماز ظہر کے وقت جمع کی گئی اور تین بگھیاں کرایہ کی منگائی گئیں۔ ایک بگھی میں حضرت اقدس اور سید امیر علی شاہ صاحب اور مولوی عبدالکریم صاحب اور ایک صاحب اور بیٹھے اور باقی دو میں غلام قادر فصیح صاحب، محمد خان صاحب کپورتھلوی اور پیر سراج الحق نعمانی صاحب اور حکیم فضل دین صاحب بھیروی اور دیگر احباب بیٹھے۔ حضرت اقدس کے ہم رکاب اس وقت کل بارہ آدمی تھے۔

مباحثہ کیلئے مولوی عبدالمجید وغیرہ کئی مولوی آگئے اور مباحثہ کی شرائط کے متعلق گفتگو شروع کر دی۔ مولوی عبدالمجید اس یورپین پولیس افسر کو جو عیسائی تھا اپنے طرف توڑنا چاہا اور اس کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ دیکھئے حضور یہ شخص مرزا غلام احمد مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور ہم کو اور تم کو دونوں کو ناحق پر جانتا ہے اور حضرت مسیح ابن مریم کو جنہیں ہم اور تم دونوں آسمان پر زندہ یقین کرتے ہیں۔ یہ فوت شدہ مانتا ہے اور مردوں میں اسے شامل کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب مسیح کی حیات و وفات پر گفتگو کریں اور ہم کہتے ہیں کہ خاص انکے دعوے مسیح موعود ہونے میں بحث کریں۔ اس موقعہ پر سے غلام قادر فصیح صاحب نے منجملہ اور باتوں کے حیات و وفات مسیح پر بحث کیلئے۔ پولیس افسر کو قائل کیا۔ چنانچہ وہ افسر اس بات پر جم گیا۔ ص 23 (الف)

سلسلہ احمدیہ سے قطع تعلق کی وجوہات

ڈیرہ بابا نانک کا سفر:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے 1895ء میں ڈیرہ بابا نانک کا سفر اختیار فرمایا۔[۲۴] حضرت ڈاکٹر میر محمد اسماعیل صاحب کے مطابق منشی غلام قادر صاحب فصیح سیالکوٹی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعویٰ مسیح موعود (1891ء) کے جلد بعد بیعت میں داخل ہوگئے تھے اور ابتداء میں ہر طرح کا جوش اور اخلاص دکھاتے تھے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں حضرت صاحب نے ان کا ذکر بھی کیا ہے۔ وہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کے بہت عزیز دوست تھے۔ ان کو نہ آتھم کے زلزلہ کے وقت ابتلاء آیا اور نہ محمدی بیگم کے نکاح کے فسخ کے وقت ابتلاء آیا۔ بلکہ ابتلاء آیا تو عجیب طرح آیا۔ یعنی حضرت صاحب جب چولہ صاحب دیکھنے کیلئے ڈیرہ بابا نانک تشریف لے گئے اور پھر "ست بچن" لکھنے کا ارادہ فرمایا۔ تو ان صاحب نے یہ خیال ظاہر کیا کہ "واہ یہ خوب مسیح اور مہدی ہیں جو ایسی فضول باتوں کیلئے دوڑے پھرتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ بابا نانک مسلمان تھے۔ یہ کام ایسے عہدہ کے شایان شان نہیں'' غرضیکہ وہ پھر ایسے الگ ہوئے کہ مرتے دم تک ادھر رُخ نہ کیا۔''[۲۵]

غلام قادر فصیح صاحب نے خود بابا نانک کی سوانح عمری پر ایک سولہ صفحات کا کتابچہ لکھا تھا۔ جو ظفر المطابع سیالکوٹ سے 1889ء میں شائع ہوا تھا۔ بابا نانک پر سوانح میں سے مصنفہ زیر بحث نے چند ایک اقتباسات دیئے ہیں جن کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ فصیح صاحب خود بابا نانک کے مسلمان ہونے کے ثبوت تک نہیں پہنچ سکے تھے اس لئے اپنے خیالات کی اصلاح کی بجائے شاید انہوں نے حضرت مرزا صاحب کے سفر ڈیرہ بابا نانک کے نتیجے میں ہونے والے انکشافات سے اپنے خیالات کی تردید محسوس کی جو کتابی صورت میں چھپ چکے تھے۔ اس لئے

الگ ہوگئے۔واللہ اعلم۔بہرکیف مذکورہ اقتباسات محل نظر ہوسکتے ہیں۔صرف ایک اقتباس پیش ہے۔

''اس میں شبہ نہیں کہ وہ خود بت پرستی کے مخالف تھے اور اسلام کے ثناخواں تھے۔ان کی تقریر میں جہاں وہ بت پرستی کے مخالف چلتے ہیں ایک کلمہ بھی تو اسلام کے خلاف نہیں نکلا اور جہاں کہیں وہ مسلمان زاہدوں اور فقیروں سے ملے ہیں بڑی ہی دل بستگی سے ملے ہیں۔''۲۶

بجائے اس کے کہ فصیح صاحب اپنی مذکورہ کتاب میں حضرت مرزا صاحب کی تحقیق سے استفادہ کرتے اور ان انکشافات کو دوسرے ایڈیشن میں شامل کتاب کرتے،اس کے خلاف ہوگئے!

پریذیڈنٹ مباحثہ ''جنگ مقدس''

ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک اور ڈپٹی عبداللہ آتھم سے مباحثہ میں تاریخ وغیرہ کے تقرر کیلئے جو دوست قادیان سے تشریف لائے تھے ان میں حضرت مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی،منشی غلام قادر فصیح سیالکوٹی اور منشی ظفر احمد صاحب کپورتھلوی شامل تھے۔

حضرت شیخ نور احمد صاحب مالک ریاض ہند پریس نے جنگ مقدس کے پریذیڈنٹ کے بارہ،رسالہ نور احمد میں تفصیل بیان کی ہے،مزید تفصیل کیلئے رسالہ نور احمد ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔۲۷

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب فرماتے ہیں:

''فصیح صاحب آتھم والے مناظرہ میں ہماری طرف سے پریزیڈنٹ مقرر ہوئے تھے۔اچھے انگریزی خواں تھے مگر افسوس کہ بعد میں ٹھوکر کھا گئے۔''۲۸

شاید یہ فصیح صاحب کی انگریزی خوانی ہی تھی جس کی وجہ سے مناظرہ پر پریزیڈنٹ بنایا گیا نہ کہ موصوف کوئی جج یا ثالث تھے جیسا کہ ''لائف آف احمد'' کے مصنف نے اس مناظرے کے انتظامات کرنے والوں کے پندرہ اسماء درج کئے اور اس کے معاہدے کی شق نمبر 7 اور 8 پریزیڈنٹ سے متعلق ہیں کہ:

7.The President will be final authority in making the all arrangements.

8.There shall be two presidents one from each side. They shall be appointed on the spot." 2 8(A)

بعد میں کبھی عملی مخالفت کی تھی؟

سیرت المہدی کی روایت زیرنظر میں ہی حضرت مرزا بشیر احمد صاحب بیان فرماتے ہیں:

گو میں نے سنا ہے کہ ٹھوکر کھانے کے بعد بھی فصیح صاحب نے کبھی عملی مخالفت نہیں کی۔صرف الگ ہوکر خاموش ہوگئے تھے۔"۲۹

چولہ بابا نانک کے اعتراض کی حقیقت

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فصیح صاحب کے اعتراض پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''فصیح صاحب کا یہ اعتراض کہ مسیح ہوکر چولہ کی تحقیق میں لگے ہوئے ہیں نہایت بودا اور کم فہمی کا اعتراض ہے کیونکہ چولہ کی تحقیق حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نہایت اہم تحقیق ہے جو کہ ایک بڑی قوم کے متعلق نہایت وسیع اثر رکھتی ہے۔ مجھے تو اس نظارہ سے ایک خاص سرور حاصل ہوتا ہے اور حضرت صاحب کی شان کی رفعت کا پتہ چلتا ہے کہ کس طرح ہندوؤں،بدھوں اور عیسائیوں وغیرہ کے بانیوں کو حضرت صاحب نے سچے رسول ثابت کر کے (مومنوں) کی طرف کھینچ لیا اور سکھوں کے بانی کو مسلمان ثابت کر کے راستہ صاف کردیا۔اس کے بعد باقی کیا رہا۔ ۳۰

لیکن غلام قادر فصیح صاحب اس سے بدک گئے!! علاوہ اور امور کے شاید یہ فصیح صاحب کی سیالکوٹ میں میونسپل کمشنر۳۱ ہونے کا بھی زعم تھا!!! چولہ بابا نانک کی تحقیق سے فصیح صاحب کا چڑنا ایک ممکن امر تو ہوسکتا ہے لیکن موصوف کی عملی کمزوریاں جن کو ذیل میں بیان کیا جاتا ہے زیادہ قرین قیاس ہیں۔کیونکہ چولہ بابا نانک کے سفر میں تو فصیح صاحب خود بھی شامل تھے۔

قطع تعلقی میں بعض عملی کمزوریوں

فصیح صاحب کی سلسلہ سے قطع تعلقی کی وجوہات میں سے ایک وجہ ان کی عملی کمزوری بھی تھی جس کا تذکرہ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی نے کیا ہے کہ:

''منشی غلام قادر فصیح......کو ایک مرتبہ بہت سا روپیہ ایقاظ الناس اور بعض دوسری عربی کتابوں کیلئے دیا گیا۔ وہ اس کا حساب بنا کر لائے اور حضرت کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

''میں اپنے دوستوں سے حساب نہیں کرتا۔ اپنے مال کا حساب نہیں ہوتا۔ میں اپنے دوستوں پر اعتماد کرتا ہوں اور پھر کیا کوئی اپنے اموال کو ضائع کرتا ہے۔ غرض ان کا کاغذ پھاڑ ڈالا اور اس کو نا پسند کیا۔'' ۳۲

اس سے قبل اوپر ایک روایت درج کی گئی ہے۔ اس میں فصیح صاحب کو "چھاپہ خانہ اپنا تھا" کا بھی غرور تھا۔ جو انہیں بہت سا روپیہ عربی کتابوں کیلئے دیا گیا وہی ان کو لے ڈوبا۔ لیکن حضرت مرزا صاحب نے عہد دوستی کیا خوب نبھایا کہ فصیح صاحب کی عملی کمزوریوں کو نظر انداز کر دیا۔ جیسے اللہ تعالیٰ قمار اور شراب کے ادنیٰ نفع کا ذکر کرتا ہے یہی سبق یہاں بھی ملتا ہے کہ کسی میں ادنیٰ سے ادنیٰ خوبی بھی ہو تو انسان اس پر نظر رکھے اور اس کو نظر انداز نہ کرے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فصیح صاحب سے یہی معاملہ کیا ہے لیکن ان کی شامت اعمال ان کو دور لے گئی۔ عرفانی صاحب کے یہ الفاظ کہ'' شامت اعمال نے سلسلہ سے عملاً الگ کر دیا'' سے ان کی اعتقادی علیحدگی کی تردید نہیں ہوتی جو اُن کے گذشتہ طرز عمل سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

غلام قادر فصیح صاحب انگریزوں کے خلاف تھے اور انہوں نے چند کتابیں بھی ملکہ وکٹوریا اور انگریزوں کے خلاف لکھیں جن کو ضبط کر لیا جاتا۔ ۳۲ (الف)

حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا سفر سیالکوٹ

یہ مبارک سفر 27 اکتوبر تا 3 نومبر 1904ء رہا۔ لیکچر سیالکوٹ میں ہزارہا نفوس شامل ہوئے جس میں سینکڑوں سعید روحیں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئیں۔ اس تاریخی سفر سیالکوٹ کی روداد اخبار الحکم قادیان نومبر دسمبر 1904ء میں محفوظ ہے۔ حضرت مرزا صاحب کا سفر سیالکوٹ اس بات کی شہادت ہے کہ غلام قادر فصیح صاحب کے استکبار سے حضرت صاحب کی شان میں ذرہ برابر فرق نہ پڑا۔ فصیح صاحب کی حیات میں ان کے شہر میں حضرت مرزا صاحب نے جلسۂ عام کیا اور لوگوں نے کثرت سے بیعت بھی کی لیکن فصیح صاحب اس موقعہ سے فائدہ اٹھانے سے محروم رہے۔

پنجاب گزٹ سیالکوٹ

غلام قادر فصیح نے سیالکوٹ سے ایک ہفتہ وار اردو رسالہ'' پنجاب گزٹ'' نکالا تھا۔ اس رسالے کی اشاعت جموں وکشمیر میں زیادہ تھی۔ 1901ء میں اس کی اشاعت 250 تھی۔ ۳۳ مصنفہ نے کئی مقامات میں اس کے اجراء کی تاریخ مختلف درج کی ہے مثلاً ص 15 پر۔ 1889، ص 14 اور ص 104-105 پر 1898ء درج کی گئی ہے۔ اس گزٹ میں حضرت مسیح موعودؑ کے مناظرہ الحق لدھیانہ اور دہلی کی کارروائی بھی شائع ہوئی تھی۔ سر دست اس کے فائل میسر نہیں ہیں۔

پنجاب پریس سیالکوٹ

فصیح صاحب نے اپنا پرنٹنگ پریس'' پنجاب پریس'' کے نام سے کھولا۔ یہ سیالکوٹ میں واحد پریس تھا جس کے مالک مسلم تھے باقی سبھی ہندو تھے۔ باقاعدہ پریس انہی کا تھا۔ ۳۴

حضرت مولانا حکیم نورالدین کا رسالہ'' ردتناسخ'' 1891ء میں اسی پریس میں فصیح صاحب نے چھپوایا۔ ۳۵ حضرت اقدس کی کتاب'' شہادت القرآن'' 1893ء میں اسی پریس میں چھپی۔ اس کتاب کے سرورق بار ثانی پر یہ عبارت درج ہے۔

شہادت القرآن ......، مطبع پنجاب پریس سیالکوٹ باہتمام منشی غلام قادر صاحب فصیح ۳۶

عائلی زندگی

جناب فصیح صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ہم زلف تھے۔ پہلی بیوی کا نام بھولاں تھا۔ دوسری بیوی سے ایک بیٹی تھی جس کا نام سکینہ تھا۔ کم عمری میں ہی دوسری بیگم وفات پا گئیں۔ ان کی بیٹی سکینہ بھی بچپن میں فوت ہوگئی۔ مزید برآں حسب سابق بیگم عارفہ سعید کی روایت ہے کہ جب فصیح صاحب

نے سلسلہ احمدیہ سے تعلقات منقطع کئے تو دوسری بیگم سے بھی رشتہ منقطع کرلیا اور انہیں طلاق دے دی۔۳۷ موخر الذکر روایت کی تا حال تصدیق نہیں ہوسکی ہے تاہم پتہ چلا ہے کہ فصیح صاحب کی دوسری بیوی کا نام مختار بیگم صاحبہ تھا جو بہشتی مقبرہ قادیان میں مدفون ہیں۔۳۷(الف) فصیح صاحب کی پہلی بیوی سے ایک بیٹے ظفر اقبال تھے جو سلسلہ احمدیہ کی مخالفت کرتے رہے اور دوسرے بیٹے ڈاکٹر ریاض قدیر تھے جو حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے معالج رہے اور آپ سے عقیدت مند تھے۔

فصیح صاحب کسی بارات میں گوجرانوالہ گئے ہوئے تھے کھانے کے بعد آرام کیلئے چھت پر لیٹ گئے۔ اتفاق سے چھت سے نیچے گر گئے اور پنڈلی ٹوٹ گئی۔ انہی دنوں ذیابیطس کی بیماری لاحق ہوگئی۔ کاربنکل بھی نمودار ہوگیا۔ آخری لمحات میں فالج نے بھی حملہ کردیا۔ بالآخر غلام قادر فصیح صاحب باون سال کی عمر میں 1912ء میں فوت ہوگئے۔ انہیں سیالکوٹ کے بابل شہید کے قبرستان میں دفن کیا گیا۔۳۸

حوالہ جات

1۔عظمت رباب، غلام قادر فصیح ۔احوال وآثار، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور 2007ء پیش لفظ ص ۷،۸

2۔ایضاً ص ۳۹،۴۰ 3۔ایضاً ص ۱۵

4۔حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی، حیات احمد، راست گفتار پریس ہال بازار امرتسر نومبر 1928ء ص 293 (جدید ایڈیشن)

5۔6 ایضاً ص 293

7۔ غلام قادر فصیح، احوال وآثار ص 13

8۔ سیرت المہدی جلد اول، نظارت اشاعت ربوہ ص 443

9۔عظمت رباب، غلام قادر فصیح ۔احوال وآثار، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور 2007ء ص 17,16

(بحوالہ ڈاکٹر سید سلطان محمود، شمس العلماء مولوی سید میر حسن، حیات وافکار لاہور۔ اقبال اکادمی پاکستان 1981ء ص 91

10۔ عظمت رباب، غلام قادر فصیح، احوال وآثار مغربی پاکستان اردو اکیڈمی لاہور 2007ء ص 15-16 (محترمہ سعیدہ اقبال سے ان کی رہائش گاہ پر ایک ملاقات کے دوران میں کی گئی گفتگو۔۳۰)

11۔حضرت مفتی محمد صادق صاحب، ذکر حبیب ص 154-155

12۔ایضاً ص 373 13۔ایضاً ص 374

14۔عظمت رباب۔غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 33

15۔ایضاً ص 34

16۔سیرت المہدی، جلد اول نظارت اشاعت ربوہ، پاکستان ص 444

17۔ ایضاً ص 437

18۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ازالہ اوہام (مشمولہ روحانی خزائن جلد 3) 1890ء ص 524

19۔عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 106

20۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، الحق مباحثہ لدھیانہ (مشمولہ روحانی خزائن جلد نمبر 4) ص 6

21۔حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی "الحق مباحثہ دہلی" (مشمولہ روحانی خزائن جلد نمبر 4) ص 132

22۔ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعودؑ "الحق مباحثہ لدھیانہ" (مشمولہ روحانی خزائن جلد نمبر 4) ص 9

23۔ ایضاً ص 4۔

23 (الف)۔ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مجدد اعظم، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، 1939ء جلد اول ص 312,311,309

24۔سیرت المہدی جلد اول، ص 684

26۔ عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 84-85

27۔نور احمد احمدی، رسالہ نور احمد، ریاض ہند پریس امرتسر، ص 25-26

28۔سیرت المہدی جلد اول ص 681

28(A) A.R. Dard, life of Ahmad, Tabshir Publications Lahore, 1948, P-287

29۔محولہ بالا 28 ص 681-682 30۔ ایضاً ص 682

30 (الف)۔عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 30

31۔ایک عہدیدار جس کو بہ شرکت اور لوگوں کے کسی شہر یا قصبہ وغیرہ کے ان امور کا انتظام سپرد ہے جس کا انتظام سرکاری ملازمان کے سپرد نہیں۔ دیکھو ایکٹ 26'1850ء" مجموعہ تعزیرات ہند ایکٹ 45، 1860ء آفتاب پنجاب لاہور، 1921ء ص 35-36۔ نیز غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 14

32۔ شیخ یعقوب علی تراب احمد عرفانی، سیرت حضرت مسیح موعودؑ، خواجہ پریس بٹالہ، 1924ء ص 257-258

32 (الف)۔جناب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب، مجدد اعظم، احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور، جلد دوم، ص 984 تا 997 (تلخیص)

33۔ عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 14

34۔ ایضاً ص 31

35۔ عبدالقادر سوداگرمل، حیات نور، دلی دروازہ لاہور، ص 753

36۔ حضرت مسیح موعودؑ، شہادت القرآن (ٹائٹل پیج) 1893ء

37۔ عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 18-19

37 (الف)۔روایت مکرم زاہد محمود ربوہ (یکے از خاندان مختار بیگم صاحبہ)

38۔ عظمت رباب، غلام قادر فصیح۔احوال وآثار ص 38

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو

تاثرات جلسہ سالانہ قادیان

(مکرم صفدر نذیر صاحب)

خدا تعالیٰ کے فضلوں اور احسانوں کو ہم گن نہیں سکتے جو افراد جماعت پر بارش کی طرح برس رہے ہیں اور برستے چلے جاتے ہیں۔ ان افضال و برکات الٰہی میں سے ایک جلسہ سالانہ ہے۔ خاکسار اس وقت 2011ء کے جلسہ سالانہ قادیان کا ذکر کررہا ہے جو اپنی الگ پہچان اور شان رکھتا ہے اور روحانی تشنگی دُور کرنے میں ممتاز ہے۔ قادیان کے مبارک مقامات اس کام میں ممدومعاون ثابت ہوتے ہیں جن کی زیارت کیلئے لوگ کشاں کشاں چلے آتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ سے جب قادیان کے دورہ کے حوالے سے یہ سوال کیا گیا کہ ”حضور نے قادیان سے واپس آنے کے بعد فرمایا تھا کہ قادیان کے متعلق تاثرات کو بیان کرنا مشکل ہے کوئی ایسا واقعہ جس کی یاد اب بھی تازہ ہو؟ فرمایا۔ جب آپ بہشتی مقبرہ میں داخل ہوتے ہیں خصوصاً وہ احاطہ جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مزار ہے اس وقت جذبات کو بیان کرنا ممکن نہیں جذبات ابل رہے ہوتے ہیں جب آپ دعا کیلئے ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اس وقت اپنے آپ پر قابو نہیں رہتا اور پھر جب آپ ان گلی کوچوں کو دیکھتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ انہیں گلیوں میں حضرت مسیح موعودؑ کے مبارک قدم پڑے تھے میرا خیال ہے قادیان میں جانے والے ہر فرد کے ایسے ہی جذبات اور احساسات ہوتے ہیں اور مکہ اور مدینہ جانے والوں کے جذبات اور احساسات اس سے بھی بڑھ کر ہونگے۔“

(تشحیذ الاذہان فروری 2012ء صفحہ 39-40)

کسی سکھ ادیب نے کیا خوب کہا کہ حضرت مرزا صاحب کی شخصیت میں مقناطیسیت تھی وہ جب زندہ تھے تو زندوں کو کھینچا اور جب فوت ہوگئے تو زندہ اور مردہ دونوں کھچے چلے آتے ہیں۔ امسال جلسہ پر جانے سے قبل خاکسار نے اپنے گھروالوں کے ساتھ مل کر ایک پروگرام بنایا کہ قادیان میں جا کر کیا کیا کام کرنے ہیں۔ ان کاموں میں:

دعا، استغفار، درود شریف، نفلی روزے رکھنا، قرآن کریم کا دور مکمل کرنا، نماز تہجد انفرادی، اجتماعی میں شمولیت، مقامات مقدسہ کی زیارت اور دعا، مختلف بیوت میں جا کر نوافل کی ادائیگی، ہر نماز میں پہلی صف میں بیٹھنے کی کوشش کرنا، درویشان قادیان سے ملاقات، غیر ممالک سے آئے ہوئے مندوبین سے ملاقات، جلسہ سالانہ کے پروگراموں میں بھرپور شرکت، جلسہ سالانہ پر مفروضہ ڈیوٹی کی ادائیگی، بہشتی مقبرہ میں دعا کیلئے روزانہ جانا اور ہر وقت باوضو رہنا۔

18 دسمبر 2011ء کو ہمارا سفر شروع ہوا۔ اجتماعی دعا کے ساتھ ربوہ سے بذریعہ بس بارڈر پر ساڑھے نو بجے پہنچے۔ موسم زیادہ سخت نہ تھا۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ احباب لاہور کے بارڈر پر گرم گرم ناشتے نے ساری تھکاوٹ اتاردی۔ گرم روٹی سالن چائے اور مزیدار حلوا۔ لاہور کے مستعد خدام نے اس بار ہر مہمان کے سامان پر سیریل نمبر لگا دیا تاکہ نہ گم ہو نہ ضائع ہو۔ پینتالیس منٹ میں بارڈر پار کر کے ہم دوسری طرف بس کے پاس پہنچ گئے۔ خدمت خلق کے جذبات سے بھرپور لاہور اور قادیان کے خدام کو اللہ تعالیٰ جزا دے۔

قادیان سے بھی ناشتہ مہمانوں کیلئے وافر مقدار میں بس اسٹینڈ پر موجود تھا۔ چائے کے ساتھ خاص قسم کے نمکین اور میٹھے لوازمات بھی تھے۔ پونے تین بجے سہ پہر پر قادیان وارد ہوئے۔ اس بار میرے ساتھ میری اہلیہ اور دونوں بیٹیاں بھی تھیں۔ ہم نے مکرم داؤد احمد گجراتی ابن مکرم چوہدری ظہور احمد گجراتی درویش مرحوم کے ہاں محلّہ ناصر آباد میں قیام کیا۔ مکرم ڈاکٹر صاحب نے گھر میں بھینس پالی ہوئی ہے۔ جہاں تازہ دودھ، چائے ہر وقت میسر ہوتا اور گرم پانی کا انتظام بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ سب مہمان نوازوں کو مہمان نوازی کا بدلہ اجر عظیم کی صورت میں عطا فرمائے۔ آمین۔

عصر کی نماز ہمیں پہلے روز باجماعت مل گئی۔ 14 دن قیام کیا۔ پہلے دن سے دعائیں کرتے ہوئے اپنے لائحہ عمل پر شروع کر دیا اور جو حظ، مزا، سکون اور راحت قادیان میں ملی اسکو الفاظ میں لکھا نہیں جا سکتا۔ ع

وہ بستی جس کے ذروں نے مسیحا کے قدم چومے

ان پاک ذروں کو نور چشم بنانے کیلئے گلی گلی بازار بازار درود و استغفار کرتے گھومتے رہے۔ اس خوشی میں کہ شاید ان پاک قدموں کے نشانوں پر ہمارا قدم بھی پڑ جائے۔ خدا کے فضل سے اب قادیان میں دس بیوت الذکر تعمیر ہو چکی ہیں اور گیارھویں کی تعمیر جاری ہے۔ ہر بیت میں جا کر نفل ادا کئے۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ بت خانہ میں بھی ''اللہ سب سے بڑا ہے'' کی صدائیں پانچ وقت آتی ہیں۔

درویشان قادیان (جن کی تعداد اب 20 سے کم ہے) سے تفصیلی ملاقات صرف دو سے ہو سکی۔ مکرم عبدالقادر دانش دہلوی صاحب (برادرِ اکبر مکرم شکور بھائی چشمے والے ربوہ) اور دوسرے مکرم غلام قادر صاحب گجراتی۔ مکرم دانش صاحب 98 سال کے ہیں (اللہ تعالیٰ صحت و تندرستی والی لمبی عمر عطا فرمائے) آپ نے بعض باتیں یاد کروانے پر واقعات سنائے اور اپنے منظوم کلام کے چند اشعار بھی سنائے اور بتایا کہ یہ میرا بیٹا اسماعیل نوری جو کہ آج کل جرمنی میں ہیں اور جلسہ پر آئے ہوئے ہیں درویشانہ زندگی شروع ہونے کے بعد سب سے پہلا بچہ یہی قادیان میں ہوا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا نام اسماعیل رکھا۔

دوسرے درویش مکرم غلام قادر صاحب گجراتی جو کہ کشمیر سے گجرات پاکستان آ کر آباد ہو گئے تھے 22 سال کی عمر میں قادیان آئے۔ 86 سال کی عمر میں بھی مستعد اور چلتے پھرتے دعوت اللہ کرتے دیکھا۔ رو رو کر خدا کے احسانات کا ذکر کرتے رہے اور فرمایا قادیان نے ہماری حفاظت کی اور ہمیں بام ثریا تک پہنچا دیا حالانکہ ہم حفاظت کیلئے آئے تھے۔ ہم نے مسیح کی بستی کی کیا حفاظت کرنی تھی۔ بس ہم کیا تھے ہمیں کیا بنا دیا۔ خدا کی حمد و شکر میں رطب اللسان چلتے پھرتے فرشتہ صفت درویش ہیں۔ اللہ تعالیٰ صحت سلامتی والی لمبی عمر عطا فرمائے۔

امسال جرمنی، لندن، نیپال، ماریشس، انڈونیشیا سے آئے ہوئے دوستوں سے بھی ملاقات ہوئی اور برسوں کی پیاس بجھی۔ جلسہ کی ڈیوٹیوں کا افتتاح 23 دسمبر کو مکرم ناظر صاحب اعلیٰ و امیر مقامی نے کیا۔ امسال میری ڈیوٹی ایس ایس باجوہ سکول میں مہمان نوازی پر تھی۔ اس کیلئے رہائش گاہ سے دو کلومیٹر پر جانا پڑتا تھا اسلئے ایک سائیکل کا انتظام کیا تا کہ آنا جانا آسان ہو جائے اور یہ سائیکل بھی مکرم ڈاکٹر داؤد احمد صاحب گجراتی صاحب میزبان نے مہیا کیا۔

2000 کے قریب مہمان سکول۔ کالج کی بورڈنگ میں ٹھہرے تھے جو بنگال، کلکتہ، کیریلا، اتر پردیش کشمیر کے

علاقوں کے تھے۔ بہت لمبے سفر کر کے آئے مہمان ایمان سے پُر اور خوش باش چند دن رہ کر واپس لوٹے۔ جلسہ سالانہ برکتوں، فضلوں اور رحمتوں کو نچھاور کرتے گزر گیا۔ تمام تقاریر ہمہ وقت پنڈال میں رہ کر حاضر ہو کر سنیں۔ اس دعا کے ساتھ کہ جو دعائیں ہمارے لئے حضرت مسیح موعودؑ نے شاملین جلسہ کیلئے مانگی ہیں وہ ہمارے حق میں پوری ہوں۔ ہم اس کے وارث بنیں۔ پہلے دن جلسہ سالانہ کے موقع پر محترم ستنام سنگھ باجوہ کے بیٹے جو قادیان سے پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں نے تقریر کی جس میں انہوں نے بتایا کہ دھیرے دھیرے جماعت احمدیہ کا پیغام ایک دن ساری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ یہ محبت کا پیغام ہے۔ 1969ء کے جلسہ سالانہ میں انکے والد سردار ستنام سنگھ باجوہ جو اس وقت وزیر پنجاب تھے، شامل ہوئے۔

جلسہ کی ساری تقاریر ہی پُر مغز تھیں الحمدللہ کہ خاکسار نے 31 دسمبر کو چودہ دن میں قرآن کریم کا دور مکمل ہو گیا۔ اسی دن حزیں اور اداس دل کے ساتھ قادیان کو الوداع کہا اور واپس ربوہ پہنچے۔ چند دنوں میں اس قدر مانوسیت کے بعد واپس آنے کو جی نہیں چاہتا تھا۔ اہل قادیان کا اس قدر پیار اور خلوص اور محبت کا سلوک رہا کہ تحریر کیلئے الفاظ نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔

خوشا نصیب کہ تم قادیاں میں رہتے ہو
دیارِ مہدئِ آخر زماں میں رہتے ہو
قدم مسیح کے جسے بنا چکے ارضِ حرم
ہم اس سے دور تم اس مقام میں رہتے ہو

تقریبِ آمین

(مکرم زعیم اعلیٰ مجلس انصاراللہ مقامی ربوہ)

مجلس انصار اللہ مقامی ربوہ کی سالانہ تقریب آمین 10 دسمبر 2012 بروز پیر بعد نماز عصر منعقد ہوئی جس کی صدارت مکرم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے کی۔ تلاوت اور عہد کے بعد مکرم مظفر احمد درانی صاحب نے شعبہ تعلیم القرآن کی رپورٹ پیش کی۔ مکرم عبدالسمیع خان صاحب قائد تعلیم القرآن نے تلاوت قرآن کریم کی برکات پر تقریر کی۔ پھر صدر مجلس نے قرآن کریم ناظرہ و با ترجمہ پڑھنے والوں سے قرآن کریم سنا اور ان میں انعامات تقسیم کئے۔ اسی طرح اساتذہ کرام میں بھی انعامات تقسیم کئے گئے۔ آخر پر محترم صدر صاحب مجلس انصاراللہ نے قرآن کریم پڑھنے اور پڑھانے کی اہمیت و برکات اور تاثیرات پر پُر اثر خطاب کیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے امسال درج ذیل چھ انصار کو پہلی دفعہ قرآن کریم ناظرہ مکمل کرنے کی توفیق ملی۔ درج ذیل انصار نے زعیم انصاراللہ مکرم عبدالمجیب شاہد صاحب سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔

1۔ مکرم مہر ناصر احمد صاحب، دارالصدر شرقی طاہر 2۔ مکرم چودھری ناصر احمد اٹھوال صاحب، دارالصدر شرقی طاہر 3۔ مکرم چودھری طارق محمود صاحب، دارالنصر شرقی محمود۔ 4۔ مکرم ارشد علی رضا صاحب، ناصر آباد شرقی نے مکرم ناصر احمد ڈوگر صاحب نائب زعیم تعلیم القرآن سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ 5۔ مکرم حفیظ احمد صاحب، باب الابواب شرقی نے مکرم اعجاز احمد صاحب سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی اور 6۔ مکرم چوہدری نذیر احمد جٹ صاحب، ڈاور نے مکرم عبدالمجیب شاہد صاحب سے قرآن کریم ناظرہ پڑھنے کی سعادت حاصل کی۔ مگر افسوس کہ آخرالذکر ناصر کی عمر نے وفا نہ کی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح مجلس انصاراللہ مقامی کے زیر اہتمام اس تقریب کے انصار سمیت کل 43 انصار کی تقریب آمین کی جا چکی ہے۔

سالانہ علمی ریلی مجلس انصاراللہ پاکستان منعقدہ 8,7 دسمبر 2012ء کے چند مناظر

اوّل ضلع کراچی مکرم صدر مجلس کے ہمراہ

انتظامیہ علمی ریلی مکرم صدر مجلس کے ہمراہ

منصفین کرام (مقابلہ نظم)

منصفین کرام (مقابلہ بیت بازی)

سالانہ علمی ریلی مجلس انصاراللہ پاکستان منعقدہ 8,7 دسمبر 2012ء کے چند مناظر

اوّل ضلع کراچی، مکرم ناظر اعلیٰ وامیر ومقامی سے انعامی شیلڈ وصول کرتے ہوئے

بہترین ناصر مکرم محمد شاہد قریشی کراچی

مکرم سید قمر سلیمان احمد صاحب (منتظم اعلیٰ علمی ریلی)

رپورٹ سالانہ علمی مقابلہ جات 2012ء

(مجلس انصار اللہ پاکستان)

مکرم خواجہ مظفر احمد صاحب۔ قائد عمومی

اللہ تعالیٰ کے فضل و احسان کے ساتھ مجلس انصار اللہ پاکستان کو اپنی نویں سالانہ علمی ریلی 7 اور 8 / دسمبر 2012ء کو منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ مورخہ 7 دسمبر کو صبح ساڑھے آٹھ بجے اس سلسلہ میں افتتاحی تقریب ایوان ناصر میں منعقد کی گئی۔

تلاوت، عہد اور منظوم کلام کے بعد محترم حافظ مظفر احمد صاحب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان نے افتتاحی کلمات میں فرمایا کہ سورۃ فاتحہ کی نہایت جامع اور عظیم الشان دعا جس سے قرآن شریف کا آغاز ہوتا ہے، اس سے بڑھ کر اور کون سی دعا ہے جو کسی بھی افتتاح کیلئے مکمل دعا ہو۔ اس نہایت ہی مختصر اور جامع دعا کا جہاں تک ہماری اِس علمی ریلی کے افتتاح سے تعلق ہے اِس میں صرف ان انعامات کا تقاضا ہی مقصود نہیں ہے جو علمی و دینی مقابلوں کے بعد آپ حاصل کریں گے بلکہ فی الواقع یہ اُس حقیقی منعم علیہ گروہ میں شامل ہونے کی دعا ہے جو ہمیشہ سے اللہ تعالیٰ کے انعامات کے مورد چلے آرہے ہیں۔ ان انعامات میں سے، ان روحانی اور دینی انعاموں میں سے ایک انعام اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ وہ علم سے نوازتا ہے۔ منعم علیہ گروہ کی اگر آپ تاریخ کو دیکھیں تو حضرت آدمؑ کے آغاز سے ہی آپ کو پتا چلے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک بہت بڑا انعام جو مقرر کیا تھا وہ اپنے فضل سے علم سکھانے کا انعام ہے اور یہ کہ علم کیلئے اللہ تعالیٰ کا فضل چاہیئے اور اس کے فضل کے نتیجہ میں ہی یہ عطا ہوگا۔ فرمایا يُعْطِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاءُ کہ یہ حکمت اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ ہے اور جس کسی کو عطا کی ہو تو وہ سمجھے کہ بہت بڑی خیر ہے جو اس کو عطا کی گئی ہے مگر اس کے لئے ایک شرط اولی الالباب ہونا ہے یعنی عقل سے، بصیرت سے کام لے۔ پھر علم کے حصول کیلئے دعا کی طرف توجہ دلائی کہ گویا یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل اس کی رضا سے حاصل ہوتا ہے کیونکہ اس کا فضل اس کی عطا کا دوسرا نام ہے۔ اس کیلئے دعاؤں کی بھی ضرورت ہے اور محنت کی بھی ضرورت ہے۔ اب دیکھیں آنحضرت ﷺ کو اُمّی سے اٹھا کر دین و دنیا کے علوم عطا کیے، اس میں آپؐ کی دعاؤں کا دخل تھا، اس میں پہلے تو خدا تعالیٰ کا فضل تھا اور پھر آپؐ کی دعائیں بھی تھیں۔ اتنا علم عطا ہو جانے کے بعد بھی آخری وقت تک آپؐ کی دعاؤں میں جو دعا رہی وہ کیسے آپ کے اعلیٰ درجے کے انکسار کو ظاہر کرتی ہے۔ اور آپ کو یہ دعا سکھائی گئی تھی کہ رَبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔ اے میرے رب میرے علم کو بڑھاتا چلا جا۔ گویا انسان کبھی بھی اپنے آپ کو یہ نہ سمجھے کہ میں نے انتہا اور آخری حد حاصل کر لی ہے۔

صدرِ محترم نے فرمایا کہ وقتی چند مقابلوں میں شریک ہو کر جو انعام لینا ہے وہ علامتی انعام تو ہے، آپ کی محنت کا ایک چھوٹا سا صلہ بھی ہے۔ مگر یہ تو شوق پیدا کرنے کیلئے ہے کہ آپ اپنی عملی زندگی میں انعامات کی تلاش کرنے والے ہوں اور حاصل کرنے والے بن جائیں۔ خدا تعالیٰ کے کلام کو پڑھنے والے ہوں، سیکھنے والے ہوں اور با قاعدہ تلاوت کرنے والے ہوں۔ آنحضرت ﷺ کی حدیث کو پڑھنے والے، مطالعہ کرنے والے اور اُس سے علم سیکھنے والے ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتابوں کا مطالعہ کرنے والے ہوں۔ اُن پر وہ نکات جو اُتارے گئے، ان روحانی خزائن کو جو اِس زمانے میں اُن کو عطا کیے گئے، جن کے بارہ میں یہ پیشگوئی بھی کی گئی کہ مسیح موعودؑ جب آئے گا تو وہ خزانے لٹائے گا

اور دنیادار اُن خزانوں کو یا روحانی اموال کو جو وہ عطا کر رہا ہوگا اُن کو قبول نہ کریں گے۔ لیکن آپ وہ خوش نصیب ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی مسیح موعودؑ کو ماننے کی اور اُسے قبول کرنے کے بعد آج آپ ہیں جو اِن خزانوں کے وارث ہیں۔ اس لئے لازم ہے مسیح موعودؑ کی ان کتابوں کو کثرت سے ہم پڑھنے والے ہوں اور اُن کا مطالعہ کرنے والے ہوں۔ اِن خزانوں کا ایک دسترخوان ہے جو آپ کے لئے آج بچھایا گیا ہے۔ دراصل یہ وہ روحانی اسلحہ ہے جو آپ کو عطا کیا گیا ہے جس کے ذریعہ آپ نے دنیا کو فتح کرنا ہے۔ پس جہاں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے ضلعوں اور مجالس کے بطور نمائندہ یہاں آئے اور انشاء اللہ اِن ایام میں نہ صرف آپ اِن علمی مقابلوں میں حصہ لیں گے بلکہ تربیتی رنگ میں اِس پروگرام میں شامل ہوتے ہوئے تہجد میں، نمازوں میں شامل ہونگے۔ اصل مقصد اُن ہی باتوں کو سمجھیں جو میں عرض کر چکا ہوں کیونکہ اِن علوم کو حاصل کرنا اور اِن علوم کا عامل بننا اور عمل کرنے والا بننا اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ ایسا بندہ بننا جس سے اللہ راضی ہو اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہو اور بوقت رخصت اس کو یہ آواز آرہی ہو کہ اے نفسِ مطمئنہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹ آ، اِس حال میں کہ تو ہم سے راضی ہم تجھ سے راضی ہیں۔ آمین۔

بعد ازاں دعا کے ساتھ مقابلہ جات کے انعقاد کا افتتاح فرمایا۔ ان علمی مقابلہ جات میں پاکستان بھر سے 32 اضلاع کی 121 مجالس کے 208 انصار نے شمولیت اختیار کی۔ امسال 8 علمی مقابلہ جات کروائے گئے۔ جن میں تلاوت قرآن کریم، حفظ القرآن، نظم، بیت بازی، تقریر معیار خاص، تقریر اردو فی البدیہہ، دینی معلومات اور مقابلہ مطالعہ کتب حضرت مسیح موعود شامل تھے۔

مقابلہ تقریر معیار خاص بین العلاقہ منعقد کیا جاتا ہے جس کے لئے شروع سال میں علاقہ جات کو الگ الگ عناوین مہیا کئے جاتے ہیں۔ ہر علاقہ سے ایک مقرر نے حصہ لیا۔ حسب قواعد بین الاضلاع مقابلہ دینی معلومات اور بیت بازی میں ہر ضلع سے دو ممبران پر مشتمل ٹیم نے حصہ لیا جو کہ بہت دلچسپ رہا۔ اسی طرح انفرادی مقابلہ جات میں ہر زعامت علیا یا مجلس سے ایک رکن نے حصہ لیا۔

مقابلہ تلاوت

اول: مکرم سلطان محمد صاحب۔ دارالصدر شرقی ربوہ
دوم: مکرم رانا ناصر محمود صاحب۔ عزیز آباد ضلع کراچی
سوم: مکرم معید حامد صاحب۔ بھارہ کہو ضلع اسلام آباد
حوصلہ افزائی: مکرم محمد اقبال مجوکہ صاحب۔ جوہر آباد ضلع خوشاب

مقابلہ حفظ قرآن

اول: مکرم عبدالقیوم صاحب۔ دارالصدر شرقی طاہر ربوہ
دوم: مکرم ملک مبارک احمد صاحب۔ سلیم پور ضلع سیالکوٹ
سوم: مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب۔ سمبڑیال ضلع سیالکوٹ
حوصلہ افزائی: مکرم صابر عثمان ہاشمی صاحب۔ گلستان جوہر شمالی کراچی

مقابلہ نظم

اول: مکرم حمید احمد شاہد صاحب۔ مارٹن روڈ ضلع کراچی
دوم: مکرم ناصر احمد ہاشمی صاحب۔ ربوہ
سوم: مکرم مرزا رفیق احمد صاحب۔ واہ کینٹ ضلع راولپنڈی
حوصلہ افزائی: مکرم سید حمید الحسن شاہ صاحب۔ سمبڑیال ضلع سیالکوٹ

مقابلہ مطالعہ کتب (معیار عام)

اول: مکرم نذیر احمد باجوہ صاحب۔ ربوہ
دوم: مکرم چوہدری محمد انور صاحب۔ سیالکوٹ شہر
سوم: مکرم مبارک احمد شاہد صاحب۔ پنجاب سوسائٹی لاہور
حوصلہ افزائی: مکرم نصیر احمد صاحب۔ حافظ والا میانوالی

مقابلہ مطالعہ کتب (عہدیداران)

اول: مکرم محمد شاہد قریشی صاحب۔ زعیم اعلیٰ گلستان جوہر جنوبی کراچی
دوم: مکرم حافظ امیر حسین صاحب۔ زعیم اعلیٰ ایوان توحید راولپنڈی
سوم: مکرم عبدالحکیم صاحب۔ زعیم اعلیٰ سروبا گارڈن لاہور
حوصلہ افزائی: مکرم رفیع احمد طاہر صاحب۔ ناظم ضلع ننکانہ

مقابلہ دینی معلومات

اول: مکرم منور احمد ملک صاحب۔ واہ کینٹ راولپنڈی

مکرم حافظ امیر حسین صاحب۔ سیٹلائٹ ٹاؤن راولپنڈی

دوم: مکرم محمد شاہد قریشی صاحب۔ گلستان جوہر جنوبی کراچی

مکرم زبیر احمد صاحب۔ نارتھ کراچی

سوم: مکرم نور الٰہی بشیر صاحب۔ گلشن پارک لاہور

مکرم لیاقت علی صاحب۔ دارالذکر لاہور

حوصلہ افزائی: مکرم فضل کریم صاحب۔ کرتو شیخوپورہ

مکرم محمد اقبال صاحب۔ شیخوپورہ شہر

مقابلہ تقریر فی البدیھہ

اول: مکرم جمیل احمد بٹ صاحب۔ کلفٹن ضلع کراچی

دوم: مکرم رفیع احمد طاہر صاحب۔ سانگلہ ہل ضلع ننکانہ

سوم: مکرم ملک مبارک احمد صاحب۔ سلیم پور ضلع سیالکوٹ

حوصلہ افزائی: مکرم عبدالمجید بھٹی صاحب۔ راہوالی ضلع گوجرانوالہ

مقابلہ بیت بازی

اول: مکرم محمد شاہد قریشی صاحب۔ گلستان جوہر جنوبی کراچی

مکرم حنیف احمد علیم صاحب۔ ماڈل کالونی کراچی

دوم: مکرم حافظ مسعود اقبال صاحب۔ اسلام آباد جنوبی

مکرم مبارک احمد بھٹی صاحب۔ اسلام آباد شرقی

سوم: مکرم سراج احمد صاحب۔ شریف آباد ضلع حیدرآباد

مکرم ماسٹر سعادت احمد صاحب۔ بشیر آباد ضلع حیدرآباد

حوصلہ افزائی: مکرم محمد سرور صاحب۔ تلونڈی موسیٰ خان گوجرانوالہ

مکرم عبدالرشید خاور صاحب۔ امیر پارک گوجرانوالہ

مقابلہ تقریر معیار خاص (بین العلاقہ)

اول: مکرم جمیل احمد بٹ صاحب۔ علاقہ کراچی

دوم: مکرم رفیع احمد طاہر صاحب۔ علاقہ فیصل آباد

سوم: مکرم ملک مبارک احمد صاحب۔ علاقہ گوجرانوالہ

حوصلہ افزائی: مکرم فرخ حفیظ صاحب۔ علاقہ لاہور

امسال علمی ریلی میں بہترین ناصر محترم محمد شاہد قریشی صاحب مجلس گلستان جوہر جنوبی ضلع کراچی قرار پائے اور بہترین ضلع کراچی قرار پایا۔ اللہ تعالیٰ یہ اعزاز ان کیلئے بہت مبارک فرمائے۔

پہلے روز نماز مغرب وعشاء کے بعد تمام حاضرین نے بڑی اسکرین پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کا خطبہ جمعہ براہِ راست ملاحظہ کیا۔ پروگرام ریلی کی تمام کاروائی کلوز سرکٹ ٹی وی کے ذریعہ زیریں ہال ایوانِ ناصر میں بھی دکھائی گئی۔

ہر دو روز صبح نماز تہجد کی باجماعت ادائیگی سے پروگرام کا آغاز ہوتا رہا۔ بعد نماز فجر درس قرآن کریم کا اہتمام بھی کیا گیا۔ نمازوں کا انتظام ایوان محمود اور سرائے مسرور میں کیا گیا۔ مہمانوں کی رہائش دفتر انصاراللہ کے گیسٹ ہاؤسز، گیسٹ ہاؤس وقفِ جدید و خدام الاحمدیہ اور سرائے مسرور میں تھی۔ جبکہ کھانا کھانے کا انتظام دفتر انصاراللہ پاکستان کے سبزہ زار میں کیا گیا۔

8/دسمبر 2012ء کو دن 12 بجے اس پروگرام کی اختتامی تقریب ایوان ناصر میں منعقد ہوئی۔ اختتامی تقریب کے مہمان خصوصی محترم صاحبزادہ مرزا خورشید احمد صاحب ناظر اعلیٰ وامیر مقامی تھے۔ تلاوت، عہد اور نظم کے بعد محترم سید میر قمر سلیمان احمد صاحب منتظم اعلیٰ علمی مقابلہ جات نے رپورٹ پیش کی۔ بعدازاں محترم مہمان خصوصی نے علمی مقابلہ جات میں نمایاں اعزاز پانے والے انصار، علاقہ جات اور اضلاع میں اپنے دستِ مبارک سے انعامات تقسیم فرمائے اور دعائیہ کلمات میں فرمایا کہ خدا تعالیٰ تمام احمدی انصار بھائیوں کے علم وعرفان اور اخلاص و وفا میں بہت برکت عطا فرمائے۔ آمین۔

اجتماعی دعا کے ساتھ یہ تقریب اختتام پذیر ہوئی۔ آخر پر نماز ظہر وعصر کی ادائیگی کے بعد تمام شرکاء ریلی اور مہمانان کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔ الحمدللہ کہ ریلی کے دوران منتظمین، نائبین اور معاونین کو ہمہ وقت مستعد رہ کر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء۔

یہی شجر ہے جو روحانی اور آسمانی پرندوں کی آماجگاہ ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس زمانے میں (دینِ حق) کو از سرِ نو زندہ کرنے کے لئے (دینِ حق) کے شجر کو نئی تازگی عطا کرنے کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی وہ پودا ہیں جن کو خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے۔ اس لئے شجر کی جو مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعینہٖ صادق آتی ہے ویسی اور کسی انسان یا کسی اور وجود یا کسی جماعت پر صادق نہیں آسکتی۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جہاں یہ لکھا ہے کہ مَیں وہ پودا ہوں یا مَیں وہ درخت ہوں جسے خدا نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے وہاں اس فیض کو جماعت پر عام بھی کر دیا اور تمام دنیا کی جماعت احمدیہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ تم میرے درخت وجود کی سرسبز شاخیں ہو۔

پس یہ وہ شجر ہے جو جس طرح اس وقت کبھی تنہا تھا تو تنہا لڑ رہا تھا پھر اس نے شاخیں نکالیں تو سب شاخیں اس عظیم جہاد میں اس کے ساتھ شامل ہو گئیں اب وہ درخت دنیا کے مختلف ممالک میں پیوست ہو چکا ہے اور وہ شاخیں زمین کی طرف جھکتی ہیں، شفقت اور نرمی اور رحمت کے ساتھ اور پھر ان میں سے ہی نئی جڑیں زمین میں پیوست ہو کر اور بہت سے شجر مختلف ملکوں میں لگا رہی ہیں۔ پس یہ سارے شجر آج موسم سے لڑ رہے ہیں اس لئے نہیں کہ محض ان کی بقاء کا سوال ہے کیونکہ عام درخت تو جب موسم سے لڑتے ہیں تو اپنی بقاء کی خاطر لڑتے ہیں۔ یہ درخت دنیا کی بقاء کی خاطر لڑ رہے ہیں، دنیا کو زندگی بخشنے کے لئے لڑ رہے ہیں اس لئے لڑ رہے ہیں کہ یہ جانتے ہیں کہ اگر سایہ اٹھ گیا تو اس دنیا پر پھر کوئی اور سایہ نہیں رہے گا اور مادہ پرستی کی دھوپ سے بچانے کے لئے اور روحانی بھوک سے اور پیاس سے بچانے کے لئے آج یہی شجر ہے جو روحانی اور آسمانی پرندوں کی آماجگاہ ہے اگر یہ نہ رہے تو پھر اور کچھ بھی نہیں۔

پس اس پہلو سے جو عالمی جہاد تمام دنیا میں دعوت الی اللہ کے ذریعے سے جاری ہے اس کی یہ روح ہے اور یہ اس کا فلسفہ ہے جسے ہمیں ہمیشہ سمجھنا چاہئے کہ ہم اپنی بقا کے لئے نہیں بلکہ دنیا کی بقا کے لئے لڑ رہے ہیں۔ وہ پانی جو آسمان سے وقت پر اترا ہے، وہ شجر ہے جو خدا کے ہاتھ نے زمین میں خود گاڑا ہے اور خود اس کی نشو و نما کا ذمہ دار ہے اور دن بدن مخالف حالات کے باوجود یہ شجر پھولتا اور پھلتا اور پھیلتا جا رہا ہے اس لئے کہ دنیا کو از سرِ نو زندگی بخشے۔ اس لئے کہ (دینِ حق) کو از سرِ نو اس پہلی شان کے ساتھ جو محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اس کو حاصل تھی دوبارہ دنیا میں نافذ کرنے کی کوشش کرے۔"

(اختتامی خطاب بر موقع جلسہ سالانہ قادیان بتاریخ 28 دسمبر 1994ء بمقام محمود ہال لندن)

اشاعت کمیٹی

شعبہ اشاعت

کارکنان انصاراللہ پاکستان محترم صدر مجلس کے ہمراہ

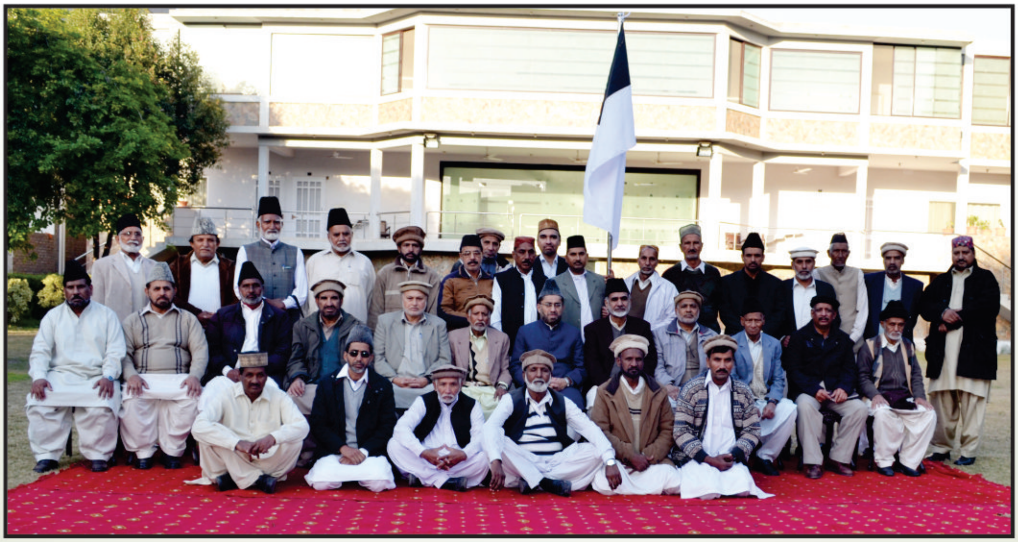

زعماء ضلع ربوہ صدر مجلس انصاراللہ پاکستان کے ہمراہ

Editor:
Ahmad Tahir Mirza

Ph: 047-6212982
Fax: 047-6214631
Cell: 0336-7700250

Monthly
Ansarullah
C. Nagar

Regd #: FR - 8

ansarullahpakistan@gmail.com
magazine@ansarullahpk.org

Suluh 1392, January 2013

اراکین مجلس عاملہ انصاراللہ پاکستان 2012ء صدر صاحب مجلس انصاراللہ پاکستان کے ہمراہ

مجلس عاملہ انصاراللہ مقامی ربوہ سال 2012ء